جامعہ مدنیہ لاہور کا ترجمان

علمی دینی اور اصلاحی مجلہ

انوارِ مدینہ لاہور

بیاد

عالمِ ربانی محدثِ کبیر حضرۃ مولانا سیّد حامد میاں رحمہ اللہ

بانی جامعہ مدنیہ

L7878

نگران

مولانا سید رشید میاں مدظلہ

مہتمم جامعہ مدنیہ لاہور

مارچ سنہ ۱۹۹۳ء

رمضان المبارک سنہ ۱۴۱۳ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماھنامہ

انوارِ مدینہ

جلد : ۱ | رمضان المبارک ۱۴۱۳ھ ۔ مارچ ۱۹۹۳ء | شمارہ : ۶

مدیر

سیّد محمود میاں

مدرس و نائب مہتمم جامعہ مدنیہ لاہور

بدل اشتراک :

پاکستان فی پرچہ ۱۰ روپے .... سالانہ ۱۰۰ روپے	
سعودی عرب ۔ متحدہ عرب امارات .... ”	۴۵ ریال
بھارت ۔ بنگلہ دیش .... ”	۱۰ امریکی ڈالر
امریکہ افریقہ .... ”	۱۶ ڈالر
برطانیہ .... ”	۱۴ ڈالر

رابطہ کے لیے

دفتر ماہنامہ ”انوارِ مدینہ“ جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور ، کوڈ ۵۴۰۰۰

فون ۲۰۱۰۸۶-۲۰۵۳۸۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سید محمود میاں

نحمدہ نصلی علی رسولہ الکریم

پاکستان کے قومی جرائد میں آج کل جو چیز زیادہ تر نظر سے گزرتی ہے وہ پاکستان کی ایٹمی صلاحیت کے پُرامن استعمال پر مغرب بالخصوص امریکہ کی تشویش کی خبریں ہیں۔ معاملہ تشویش پر ہی بس نہیں ہوتا بلکہ مختلف زیرِ تکمیل منصوبوں اور تکمیل شدہ منصوبوں کے لیے جاری امریکی امداد میں تعطل کے ساتھ ساتھ درپردہ خطرناک نتائج کی دھمکیاں بھی موصول ہو رہی ہیں، پاکستان کو عالمی دہشت گردوں کی فہرست میں شامل کرنے کی افواہیں اُس کی عملی صُورت معلوم ہوتی ہیں۔ پاکستان سے کہا گیا ہے کہ چار ماہ تک کے لیے کشمیریوں کی امداد بند رکھے اور اُس کا ثبوت بھی مہیّا کرے، ورنہ تو دہشت گرد ملک قرار دے دیا جائے گا۔ جاپان نے بھی وزیرِ اعظم نواز شریف کے دورۂ جاپان کے دوران اپنی چار بلین ڈالر کی امداد کو مذکورہ بالا ثبوت کی فراہمی کے ساتھ مشروط کیا ہے

پاکستان سے مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ وہ مندرجہ ذیل شرائط کو تسلیم کر لے۔

۱۔ ایٹمی صلاحیّت کا خاتمہ۔ ۲۔ کشمیر میں مداخلت نہ کرنا۔ ۳۔ بھارت کی بالادستی تسلیم کرنا اور کشمیر کو خودمختار یا تقسیم کرنا۔ ۴۔ پاکستان میں سیکولرازم کو فروغ دینا اور بُنیاد پرستوں کے خلاف حکومتی سطح پر محاذ قائم کرنا، نیز لبرل معاشرے کے لیے "نیو سوشل کنٹریکٹ" کے نام سے آئین میں ترمیم کرنا۔ ۵۔ اسلامی بلاک یا (ایکو) کے خیال کو یکسر ختم کر دینا۔

مذکورہ بالا شرائط اور پابندیوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ہم کوئی آزاد و مختار قوم نہ ہوں، بلکہ اغیار کے ہاتھوں مجبور ایک ایسی قوم کے باشندے ہوں جو اپنے معاملات کا فیصلہ آزادی سے کرنا تو کجا اس پر سوچنے کا بھی حق نہ رکھتے ہوں۔ ہمیں ذلّت و رُسوائی کے اس عمیق گڑھے میں دھکیلنے کا ذمّہ دار کون ہے۔ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ امریکہ و رُوس کی ملی بھگت بھارتی و صیہونی سازشیں وغیرہ اس کی ذمّہ دار ہیں، لیکن فی الواقع اگر دیکھا جائے تو اس شرمناک صُورتِ حال کے ہم خود ذمّہ دار ہیں، عوام ہوں یا حکام سب اس میں برابر کے شریک ہیں، جو آزادی کے دعویدار مگر اس کی حقیقت سے ناآشنا ذہنی غلامی کا طوق گلے میں سجائے تباہی و تاریکی کی بھیانک وادیوں میں سرگرداں ـــــ اللہ اور اس کے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دُشمنوں سے دستگیری کی بھیک مانگ رہے ہیں۔ جب تک اللہ اور اس کے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کے احکامات سے بغاوت جاری رہے گی، یہود و نصاریٰ کی تقلید اور اخلاقی پستی کو تہذیب قرار دیا جاتا رہے گا۔ مادّہ پرستی ہی تمام کامرانیوں کی کنجی تصوّر کی جاتی رہے گی تب تک چوپاؤں سے بھی بدتر زندگی ہمارا مقدّر رہے گی۔ حدیث شریف میں آتا ہے جس قوم میں بھی غلول (خیانت) پایا جائے گا اللہ تعالیٰ اُن کے دلوں میں دُشمن کا رعب ڈال دیں گے اور جس قوم میں بھی زنا عام ہوگا اس میں (اچانک) موت بکثرت ہوگی۔ اور جو قوم بھی ناپ تول میں کمی کرے گی اس سے رزق کاٹ دیا جائے گا اور جو قوم ناحق فیصلہ کرے گی اُن میں قتل عام ہو جائے گا اور جو قوم بھی بدعہدی کرے گی اُس پر دُشمن مسلّط کر دیا جائے گا، تو کیا آج ہم بحیثیّت مجموعی ان بُرائیوں میں مُبتلا نہیں ہیں؟ یقیناً ہیں۔ اسی لیے آج ہمارے دُشمن ہم پر غالب اور ہم مغلوب ہیں، اسلام اور مُسلمانوں کے خلاف کفّار کی سازشیں کوئی نئی بات نہیں یہ تو روزِ اوّل سے چلا آ رہا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ بُرائیوں سے باز رہتے ہُوئے اپنے پروردگار پر مکمّل بھروسہ کرتے ہُوئے امریکہ اور اُس کے حواریوں کی دھمکیوں کی پروا کیے بغیر اپنی تمام تر توانائیوں اور صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہُوئے ایک آزاد اور مکمّل طور پر خود مختار قوم کی حیثیّت سے زندہ رہیں، چاہے ہمیں اس کی جو قیمت بھی چکانی پڑے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ۔

اور تم ہی غالب (سُپر پاور) رہو گے اگر تم (سچّے) مومن ہو۔

انتقالِ پُرملال

حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ کی بڑی صاحبزادی بہیجہ خاتون انتہائی مختصر علالت کے بعد ۴ اور ۵ شعبان ۱۴۱۳ھ ۲۸ اور ۲۹ جنوری ۱۹۹۳ء کی درمیانی شب، شبِ جمعہ کو انتقال فرما گئیں۔ انّا للہ وانّا الیہ راجعون۔

مرحومہ صوم وصلوٰۃ کی پابند اور انتہائی صابر وشاکر خاتون تھیں، وفات سے تین چار روز پیشتر انتہائی شدید تکلیف شروع ہوئی جس سے سارا جسم بے جان ہوگیا، اس حال میں بھی زبان سے گلہ وشکوہ کے بجائے صبر وشکر کے کلمات نکلتے رہے، اور کلمہ طیّبہ کا وِرد کرتی رہیں۔ آخری دن نیم بیہوشی کی حالت میں صبح کو ہسپتال لے جایا گیا، صحت بحال نہ ہوسکی اور اسی شام تقریباً ½ ۷ بجے جان جانِ آفریں کے سپرد کردی،

صُبح جمعہ کو جامعہ مدنیہ میں نمازِ جنازہ ہوئی اور قبرستان میانی صاحب مزنگ میں حضرت اقدس رحمہ اللہ کے قُرب میں تدفین ہوئی۔ مرحومہ نے پسماندگان میں شوہر، چار صاحبزادیاں اور دو صاحبزادے چھوڑے، ادارہ انوارِ مدینہ، مرحومہ کی والدہ محترمہ، جملہ برادران ودیگر متعلّقین کی خدمت میں تعزیتِ مسنونہ پیش کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حضور میں دُعاگو ہے کہ وہ مرحومہ کی مغفرت فرمائے، اُن کے درجات بلند فرمائے اُنہیں اعلیٰ علیین میں مقام عطا فرمائے اور اُن کے پسماندگان کو صبرِ جمیل اور اجرِ جزیل عطا فرمائے۔

● انہیں ایّام میں جامعہ مدنیہ کے قدیم فاضل اور ناظم مولانا شیر محمدؐ صاحب کی چھوٹی بچّی بریرہ دماغ کی شریان پھٹ جانے سے بالکل اچانک وفات پاگئی، ادارہ انوارِ مدینہ مولانا شیر محمدؐ صاحب سے بھی مسنون تعزیت کرتے ہوئے دُعاگو ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کے والدین کو اجرِ جمیل اور اُس کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین۔

○

دُعاءِ صحّت کی اپیل

نامور عالمِ دین حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی کار اور جیپ کے حادثہ میں شدید زخمی ہوگئے، مولانا جمعہ کا خطبہ دے کر وزیرآباد سے واپس آرہے تھے کہ کامونکی کے قریب ایک بے قابو کار سے اُن کی جیپ ٹکراگئی کار میں

سوار چار افراد موقعہ پر جاں بحق ہو گئے جبکہ جیپ میں سوار مولانا منظور احمد صاحب چنیوٹی، اُن کے دو باڈی گارڈ اور ڈرائیور شدید زخمی ہوئے۔

مولانا اس وقت میو ہسپتال لاہور میں زیرِ علاج ہیں۔ قارئین انوارِ مدینہ سے مولانا کی جلد صحت یابی کے لیے دُعا کی اپیل ہے۔

○

جامعہ مدنیہ کے معاون خاص جناب پروفیسر محمد صدیق صاحب سابق وائس پرنسپل ایم اے او کالج لاہور آج کل دل کی تکلیف کی وجہ سے صاحبِ فراش ہیں۔ اُنہوں نے قارئین "انوارِ مدینہ" سے دُعاءِ صحت کی اپیل کی ہے۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا موصوف اور پروفیسر صاحب دونوں حضرات کو صحتِ کاملہ عاجلہ نصیب فرمائے۔

○

فاضلین جامعہ سے ضروری اپیل

اراکینِ جامعہ مدنیہ اپنے فارغین درسِ نظامی وقرأت سبعہ وعشرہ اور روایت حفص نیز فارغین طب اور جامعہ میں تکمیل حفظِ قرآنِ پاک کرنے والوں کے لیے بہت بڑے جلسۂ دستار بندی اور تقسیم اسناد کا پروگرام بنا رہے ہیں لہٰذا جمیع فارغین سے درخواست ہے کہ رابطہ کے لیے اپنے موجودہ مکمل پتے فی الفور روانہ کردیں تاکہ پروگرام طے پا جانے پر بروقت رابطہ کیا جا سکے اگر آپ کو دیگر فارغین کے پتوں کا علم ہو تو وہ بھی روانہ فرمائیں۔ (شکریہ)

"انوارِ مدینہ" میں
اشتہار
دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیجئے

داعی اِلی اللہ کے اوصاف
اور
اُن کی تربیت و تکمیل

حضرۃ شیخ الحدیث مولانا سید محمدؐ میاں رحمہ اللہ کی تصنیف لطیف
سیرۃ مبارکہ محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کے چند اوراق

جس ذات کو اس لیے اُٹھایا جارہا ہو کہ وہ لوگوں کو اللہ کی طرف بُلائے۔ بھٹکی ہُوئی مخلوق کو حق و صداقت کے صراطِ مستقیم اور نیکی اور سچّائی کے شاہراہِ اعظم پر چلائے۔ اس کے کچھ اوصاف ہونے چاہئیں۔ قرآن حکیم میں جابجا ان اوصاف کی طرف اشارے اور کہیں تصریح پائی جاتی ہے۔

محمد رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی شخصیت ایک بہترین مثال ہے اور ان اشاروں اور تصریحات کی شہادت یہ ہے کہ محمدّ رسول اللہ کی ذاتِ اقدس بہترین مثال اور نمونہ اس لیے تھی کہ مقاصد دعوت و ہدایت کے لیے آپ کی تربیت خاص طور پر کی گئی تھی۔ داعیِ حق کے تمام اوصاف اس مختصر کتابچہ میں بیان نہیں کیے جاسکتے، یہاں صرف چند اوصاف بیان کیے جارہے ہیں۔

① ہمدردی

کامیاب داعی اور ہادی کو شمع اور چراغ ہونا چاہیے۔ شمع پُوری محفل کو فیض پہنچاتی ہے تاریک مجلس کو روشنی سے بھر دیتی ہے مگر اس طرح کہ اہلِ محفل کے لیے خود فنا ہوتی رہتی ہے۔ ایک سوز ہوتا ہے جو اس کے تن من کو تحلیل کرتا رہتا ہے۔ داعیِ حق بھی اسی طرح سوز و گداز کا پیکر ہوتا ہے۔ وہ اپنی بقاء اسی میں سمجھتا ہے کہ راہِ حق میں خود کو فنا کر دے۔ قرآنِ حکیم کی شہادت یہ ہے کہ محمدّ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) سراج منیر (شمع سوزاں) تھے[1] اور دردِ دل کا عالم یہ تھا کہ جانِ عزیز اسی میں گھلا رہے تھے[2] کہ بھٹکے ہُوئے انسان سیدھے راستہ پر آجائیں۔

---

[1] یا ایّھا النبی انا ارسلنٰک تا۔ سراجاً مُنیرًا سورۂ احزاب ۳۳ آیت ۴۶

[2] لعلّک باخع نفسک الآیۃ سورۃ ۲۶ شعراء آیت ۳ نیز سورۃ ۱۸ کہف آیت ۶

(۲) اذعان اور یقین

(الف) ایک شخص اُونچے پہاڑ پر کھڑا ہُوا دُشمن کے لشکر کو دیکھ رہا ہے جو تیزی سے حملہ کرنے کے لیے آرہا ہے۔ اس کی بستی کے آدمی پہاڑ کے پیچھے ہیں وہ نہیں دیکھ رہے یہ دیکھنے والا شخص جس خطرہ سے اپنی قوم کو آگاہ کر رہا ہے، وہ اس کا مشاہدہ کر رہا ہے اس لیے وہ اپنی پوری طاقت صرف کر رہا ہے کہ جس طرح بھی ہو سکے وہ بستی کے غافل لوگوں کو جگا دے اور اپنے مشاہدہ کا یقین اُن کو دلادے۔ داعیِ حق کو اپنی دعوت پر ایسا ہی یقین ہونا چاہیے [۱] گویا قبولِ حق اور کفر وانکار کے نتائج کو وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔

(ب) ایک نہایت شاداب باغیچہ میں ایک گہری خندق ہے جس میں آگ کے بڑے بڑے انگارے دہک رہے ہیں۔ خندق کے کنارے پھسلواں ہیں۔ سیر کرنے والوں کو اس کی خبر نہیں ہے جس کو خبر ہے وہ سیر کرنے والوں کو پُورے یقین کے ساتھ خطرہ سے آگاہ کرتا ہے اور اگر باغ کی سیر کرنے والے اس کے دوست اور عزیز قریب ہوتے ہیں تو وہ اپنی پُوری طاقت صرف کر دیتا ہے کہ اُن کو اس خندق کی طرف نہ جانے دے۔

داعیِ حق باخبر باغبان ہوتا ہے۔ جس کو مخلوقِ خدا سے ایسی ہی محبّت ہوتی ہے، جیسی اپنے اہل و عیال سے۔ وہ خندق کی طرف جانے والوں کو منع کرتا ہے۔ کوئی آگے بڑھ جاتا ہے تو اُس کو کمر پکڑ کر کھینچتا ہے۔ اس وقت اس کی ہمدردی سراسر اضطراب بن جاتی ہے [۲] اس کا سوز و اضطراب ناقابلِ بیان ہوتا ہے۔

شمع جلتی ہے پر اس طرح کہاں جلتی ہے ہڈی ہڈی مری اے سوزِ نہاں جلتی ہے

(۳) داعیِ حق کی کامیابی یہ نہیں ہے کہ اُس کی شوکت وحشمت کے سامنے لوگوں کی گردنیں جُھک جائیں بلکہ اس کی کامیابی یہ ہے کہ اس کی دعوت کی معقولیت۔ دلائل کی مضبوطی۔ اس کے اخلاص، قول اور فعل کی صداقت اور اُس کی سچّی خیرخواہی اور ہمدردی بے لوث زندگی اور بلندی اخلاق کے سامنے لوگوں کے دل جُھک جائیں۔ اُن میں گرویدگی اور عقیدت پیدا ہو جائے۔ لہٰذا سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ: کوئی جور اور جبر نہ ہونا چاہیے۔ ہر صاحبِ فکر کی رائے کو آزادی حاصل ہو وہ خود اچھّے بُرے

---

[۱] بخاری شریف ص ۹۶۰ حدیث ابی مُوسیٰ فیہ انا النذیر العریان [۲] بخاری ص ۹۶۰ حدیث ابی ہریرہ۔

اور اندھیرے اُجالے کو پہچانے اور اپنے ضمیر کی شہادت پر عمل کرے۔

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (سورہ ۲ بقرہ۔ آیت ۲۵۶۔

(ب) بیشک داعیٔ حق اصلاحی مسائل پیش کرے گا لوگوں سے مطالبہ کرے گا کہ وہ اس کے اُصول تسلیم کریں اور اُن پر عمل کریں، لیکن ضروری ہے کہ انداز نہایت سنجیدہ۔ دانش مندانہ، نصیحت آمیز اور خیر خواہانہ ہو۔ تبادلہ خیالات اور بحث و مباحثہ کی نوبت آئے تو اس کا انداز اور طرز بھی ایسا حسین ہو کہ اس سے زیادہ نرم۔ دل کش اور پیار بھرا انداز نہ ہو سکے۔

(اُدْعُ اِلٰی سَبِيْلِ رَبِّكَ - الآیۃ - سورۃ ۱۶ نحل - آیت ۱۲۵)

(ج) گمراہ۔ سرکش۔ شورہ پشت۔ شرارت پسند۔ بدکردار۔ جن کو سیدھے راستہ پر لانا مقصود ہے ان سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ داعیِ حق کی بات سنجیدگی سے سُنیں گے اور شرافت کا جواب شرافت سے دیں گے۔ بالخصوص ایسی صورت میں کہ اُن کی عزّت وعظمت شہرت یا اُن کے کسی مفاد کو نقصان پہنچ رہا ہو تو وہ لا محالہ حق کے مقابلہ میں اپنی ہر ایک شرارت کو کام میں لائیں گے، اور پُوری قوّت سے سرکشی اور بغاوت کا مظاہرہ کریں گے۔ اس صورت میں داعیِ حق کا فرض کیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ معافی اور درگزر کو اپنا اُصول بنالو، نیکی کی ہدایت کرتے رہو اور جاہلوں (نادانوں) سے کنارہ کرتے رہو۔ سورۂ ۷ اعراف آیت ۱۹۸۔ سورۃ ۱۶ نحل آیت ۱۲۷ سورۂ مزمّل و سورۂ مدثر و سورۂ دہر وغیرہ۔

(۴) اگرچہ قانون یہ ہے کہ۔

بُرائی کا بدلہ اسی جیسی بُرائی ہوتی ہے۔ جَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا (سورۂ ۴۲ شوریٰ آیت ۴۸)

مگر داعیِ حق اس قانون پر عمل نہیں کرتا۔ بلکہ اُس کا اُصول یہ ہوتا ہے۔

بدی کا جواب نیکی سے دیتے ہیں۔ بھلائی کر کے بُرائی کو دفع کرتے ہیں۔

---

[1] پوری آیت کا ترجمہ یہ ہے (اے نبیؐ) اپنے پروردگار کی طرف لوگوں کو بلاؤ۔ اس طرح کہ حکمت (دانشمندی) کی باتیں بیان کرو اور اچھے طریقہ پر پند و نصیحت کرو اور مخالفوں سے بحث و نزاع کرو تو (وہ بھی) ایسے طریقہ پر کہ حسن و خوبی کا طریقہ وہی ہو (اس سے اچھا نہ ہو سکے) تمہارا پروردگار ہی بہتر جانتا ہے کہ کون اس کی راہ سے بھٹک گیا اور کون راہِ راست پر ہے۔

یَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّیِّئَةَ (سورۃ ۱۳ رعد آیت ۲۲)

⑤ عدل کے معنے برابری پیدا کرنے کے ہیں۔ اسی کو انصاف کہا جاتا ہے اس سے مساوات تو قائم ہو جاتی ہے مگر بدی ختم نہیں ہوتی بلکہ بسا اوقات جواب اور جواب الجواب کا سلسلہ بدی کو بڑھاتا اور اس کے دائرہ کو وسیع کر دیتا ہے۔ داعئ حق کا نصب العین یہ ہوتا ہے کہ بدی اور بُرائی دُنیا سے ختم ہو۔ لہٰذا اس کا اُصول یہ ہوگا کہ جب کوئی بدی پیش آئے گی تو اس کے اسباب تلاش کر کے ایسا راستہ اختیار کرے گا کہ بدی اور بُرائی کی جڑ کٹے ـــــ دوست دُشمن بن جائیں، جو بُرے ہیں وہ اچھے ہو جائیں۔

لَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّیِّئَةُ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَ بَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ سورہ ۴۱ حٰمٓ سجدہ آیت ۳۴۔

مگر یہ آسان بات نہیں ہے۔ اس کو وہی کر سکتے ہیں جو ضبط و تحمّل کے عادی ہوں۔ جو مکارم اخلاق کے خوگر ہوں۔ (ایضاً آیت ۳۵)

لیکن عالمِ اسباب میں کسی چیز کی عادت جب ہی ہوتی ہے جب پہلے اُس کی تربیت ہو چکی ہو۔ مختصر یہ کہ اس دَور میں تربیت کا ایک مکمّل باب یہ بھی تھا کہ ان کمالات و اوصاف کا عادی بنایا گیا جو سب سے افضل اور آخری پیغمبر اور سب سے زیادہ جلیل القدر داعی کے لیے ضروری تھے۔

ثمرۂ تربیت

جن کی فطرتِ سلیم نے بلا دعوت، اور بلا فرمائش خود بخود محمّد رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی پیروی کو پوری زندگی کا نصب العین بنایا تھا۔ اس زمانۂ تربیت میں جو رنگ، محمّد نبی اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) پر غالب آتا رہا۔ اسی رنگ میں یہ بھی رنگے جاتے رہے۔ ثمرہ یہ ہُوا کہ ایک جماعت ایسی تیّار ہو گئی۔

۱۔ جو خدا شناس اور سچّی خدا پرست تھی۔

۲۔ جو سب کو چھوڑ کر اپنا رشتہ خدا سے جوڑ چکی تھی۔

۳۔ جس کا پُورا بھروسہ اپنے خالق اور مالک پر تھا۔

۴۔ جس کا دل ہر ایک طمع سے پاک اور صرف اپنے خالق کی محبّت سے لبریز تھا۔

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

باسمہٖ سبحانہٗ وتعالیٰ

مُحمّد صلی اللہ علیہ وسلم موتی

دُنیا سیپ ، مُحمّد موتی ؛ صَلّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلّم
اُس بِن دُنیا کیسی ہوتی ؟ صَلّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلّم

مَقصُودِ کونَین مُحمّد ، مَطلُوبِ دارَین مُحمّد
اُس بِن کیسے دُنیا ہوتی ؟ صَلّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلّم

گر نہ ہوتا آمنہ جایا ، خلقت کا غم کھانے والا
خلقت میٹھی نیند نہ سوتی ، صَلّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلّم

زُہرا رضؓ کا دِل غم کا مارا ، ہجرِ نبیؐ میں پارہ پارہ
گُم سُم آنسو ہار پروتی ، صَلّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلّم

ساجن بِن سُکھ چین نہ آوے ، یاد اُس کی دِن رَین ستاوے
دِل تڑپے ہے ، آنکھیں روتی ، صَلّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلّم

کاش مِرے محبُوب کی دھرتی ، مجھ پہ نفیس یہ شفقت کرتی
اپنے اَندر مُجھ کو سموتی ، صَلّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلّم

○

نفیس الحسینی
یکم شعبان ۱۴۱۲ ھ

بھارت کے ہندو محقق کی تحقیق

ہندوؤں کی مقدس کتابوں میں بھی

حضرت محمد ﷺ

کی آمد کی پیش گوئیاں ہیں

مرسلہ
حاجی محمود احمد صاحب مدظلہم، راولپنڈی

"پچھلے دنوں بھارت میں ہندی زبان میں ایک تحقیقی کتاب شائع ہوئی جس نے پورے بھارت میں ایک ہل چل سی مچا دی ہے۔ اگر اس کتاب کا مصنف کوئی مسلمان ہوتا تو اُسے اب تک نہ صرف گرفتار کیا جا چکا ہوتا بلکہ کتاب کی نشر و اشاعت پر بھی پابندی عائد کی جا چکی ہوتی۔ اس کتاب "کلکی اوتار" (پیغمبر عالم رہبر کل کائنات) کے مصنف اور محقق ہیں۔ پنڈت وید پرکاش اپادھیائے۔ موصوف بنگالی نژاد اور ہندو برہمن ہیں آلہ آباد یونیورسٹی میں سنسکرت کے ریسرچ اسکالر نامور محقق اور ممتاز۔۔۔(پنڈت) ہیں۔ کئی سال کی تحقیق و ریسرچ کے بعد پنڈت وید پرکاش نے جو کتاب مرتب کر کے پیش کی ہے اُسے آٹھ دوسرے ممتاز پنڈتوں نے نظر ثانی کے بعد درست قرار دیا ہے۔

ہندو مت (ہندو مذہب) میں اور ہندوؤں کی بڑی بڑی کتابوں میں جس رہبر و راہنما (پیغمبر عالم) کا تذکرہ "کلکی اوتار" کے نام سے ملتا ہے وہ صرف عرب کے (حضرت) محمدؐ صاحب پر ہی صادق آتا ہے اس لیے دُنیا بھر کے ہندوؤں کو چاہیے کہ وہ مزید انتظار کی زحمت ترک کر کے اس ہستی (محمدؐ صاحب) کو "کلکی اوتار" (پیغمبر عالم) کے طور پر مان لیں (بالفاظ دیگر ان پر ایمان لے آئیں) کتاب کے مصنف اور دیگر آٹھ دوسرے ممتاز پنڈتوں نے واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ ہندو مت کے پیروکار اب تک "کلکی اوتار" کے منتظر ہیں وہ ایک ایسے انتظار کی زحمت میں مبتلا ہیں جو قیامت تک ختم نہ ہوگا اس لیے کہ جس متبرک اور برگزیدہ ہستی

کے وہ منتظر ہیں وہ تو اس دُنیا میں آچکی ہے اور آج سے چودہ سو سال قبل اپنا مشن (کام) مکمل کر کے دُنیا سے پردہ فرمالیا ہے۔

پنڈت ویدپرکاش اپادھیائے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں ہندوؤں کی متبرک کتابوں ویدوں سے دلائل دیتے ہُوئے لکھتے ہیں۔ (ا) "پُرون" (ہندوؤں کی متبرک کتاب) میں لکھا ہے کہ"کلکی اوتار" اس دُنیا میں بھگوان کے آخری پیامبر ہوں گے۔ یہ پُوری دُنیا اور عالمِ انسانیت کی راہنمائی کے لیے مبعوث ہوں گے اس حوالہ کے بعد پنڈت جی لکھتے ہیں۔ یہ بات صرف اور صرف حضرت محمدؐ صاحب پر ہی صادق آتی ہے "۔(ب) ہندو مت کی ایک پیش گوئی کے مطابق "کلکی اوتار" (پیغمبرِ عالم) ایک "دیپ" (جزیرہ نما) میں پیدا ہوں گے اور یہ "دیپ" ہندو مت کی کہت کے مطابق علاقہ "عرب" ہے جو جزیرہ نما عرب کے نام سے مشہور ہے۔ (ج) ہندو مت کی مقدس کتب میں "کلکی اوتار" (پیغمبر عالم) کے باپ کا نام "وشنو بھگت" اور والدہ کا نام "سومانب" بتایا گیا ہے سنسکرت میں وشنو کے لفظی معنیٰ "اللہ" اور "بھگت" کے لفظی معنیٰ "بندہ" کے ہیں، اس لیے وشنو بھگت کا عربی ترجمہ "عبداللہ" ہُوا جس کے معنی اللہ کا بندہ ہے اور "سومانی" کے معنیٰ "امن و شانتی" ہیں اسے عربی میں آمنہ کہا جاتا ہے۔ حضرت محمد کے والد کا نام عبداللہ اور والدہ کا نام آمنہ ہی تھا۔ (د) ہندوؤں کی مذہبی کتابوں میں کہا گیا ہے کہ کلکی اوتار کی گزر بسر کھجوروں اور زیتون پر ہو گی اور وہ علاقہ کے سب سے ایماندار اور سچ بولنے والے ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ یہ بات سوائے حضرت محمدؐ کے اور کسی پر بھی صادق نہیں آتی۔ (ہ) ویدوں میں کہا گیا ہے کہ کلکی اوتار اپنے علاقے کے سب سے معزز گھرانے میں پیدا ہوں گے۔ یہ بات بھی حضرت محمد پر ہی صادق آتی ہے (و) کلکی اوتار کو بھگوان (اللہ) اپنے قاصد (فرشتہ) کے ذریعے غار میں تعلیم دے گا۔ حضرت محمد صاحب کو حضرت جبریل امین نے غار حرا میں ہی وحی کے ذریعہ تعلیم دی۔ (ز) بھگوان کی جانب سے کلکی اوتار کو ایک نہایت ہی تیز رفتار گھوڑا فراہم کیا جائے گا جس پر بیٹھ کر وہ پُوری دُنیا اور ساتوں آسمانوں کی سیر کریں گے حضرت محمد کا براق پر بیٹھ کر معراج کا واقعہ اسی جانب اشارہ کرتا ہے۔ (ح) کلکی اوتار کو بھگوان آسمانی مدد پہنچائیں گے۔ غزوہ احد میں حضرت محمد کی مدد فرشتوں کے ذریعہ کی گئی۔ (ط) سب سے اہم ثبوت کلکی اوتار مہینے کی ۱۲ تاریخ کو پیدا ہوں گے۔ (حضرت محمد صاحب ۱۲ ربیع الاوّل کو تولد ہُوئے تھے۔ (ی) کلکی اوتار بہترین شہسوار شمشیر زن ہوں گے اس دلیل کے جواب میں ہندو پنڈت (مصنف) جو لکھتا ہے وہ نہایت اہم قابلِ غور ہیں۔ وہ لکھتے ہیں تلوار

ر گھوڑوں کا زمانہ گزر چکا ہے۔ بندوق اور میزائل کا زمانہ ہے، چنانچہ اب کسی شمشیر زن اور شہسوار
انتظار کرنا نہایت احمقانہ فعل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آسمانی کتاب "قرآنِ مجید" کے محمد صاحب ہی وہ
ی اوتار (پیغمبر عالم) ہیں جن کا ذکر ہماری کتابوں میں موجود ہے۔

ان چند دلائل کے علاوہ بھی پنڈت اوپادھیائے نے اور بھی بے شمار دلائل و شواہد سے ثابت
نے کی کوشش کی ہے کہ ہندو مت کی کتب میں جس کلکی اوتار کا ذکر ہے۔ وہ اصل میں حضرت محمد صاحب
ں۔ ان کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے جو لوگ اب تک مقدس کتاب پر اُن کی پیش گوئی کے مطابق
ی اوتار کا انتظار کر رہے ہیں انہیں اپنا نُقطہ نظر تبدیل کر لینا چاہیے۔ (بشکریہ۔ ختم نبوّۃ)

بقیہ: سیرۃ مبارکہ

۔ جس کے دِل پر صرف خالقِ کائنات کی عظمت کا سکّہ تھا۔ اسی کا خوف اس کے قلب و جگر کا داغ تھا،
جس نے خوفِ خدا کے سوا ہر ایک خوف و خطر کے دھبّے کو مٹا دیا تھا۔

۔ جس کو خالق کی ہر ایک مخلوق سے محبّت تھی، کیونکہ وہ اس کے ربّ کی پالی ہُوئی مخلوق ہے۔ ہر
ایک انسان کا درد اس کے دل میں تھا۔ کیونکہ یہ انسان اُس خُدا کی قدرت کا شاہکار تھا جس
سے اس کو عشق ہو گیا تھا اور جس کے لیے یہ سب کچھ قربان کر دینے کو زندگی کا نصب العین
اور دل کی آخری آرزو بنا چکا تھا۔

۷۔ اس جماعت کو اُن سے نفرت ہو گئی۔

(الف) جن کے دِل اپنے خالق اور ربّ کی عظمت اور اُس کی مخلوق کے درد سے نا آشنا تھے۔

(ب) جو خُدا کو چھوڑ کر اپنی اغراض کی پُوجا میں لگے ہُوئے تھے۔

(ج) جن کو مال اور اولاد پر ناز تھا اور انہی کی ترقّی اُن کی زندگی کا محبوب نصب العین تھا۔

(د) جن کو غریبوں سے نفرت تھی کیونکہ وہ دولت سے محروم ہوتے تھے۔

(ہ) جو یتیموں اور بیواؤں کو اپنے پاس نہیں آنے دیتے تھے کہ اُن کی امداد کرنے سے اُنہیں
کوئی دلچسپی نہیں تھی اُن سے کہیں زیادہ اُنہیں اپنی تجوریوں سے محبّت تھی۔

(و) کمزوروں کی کمزوری سے فائدہ اُٹھانا، مخلوقِ خُدا کو غلام اور غلاموں کی زندگی کو اپنی خواہشات
کا کھلونا بنانا، اُن کی عظمت و برتری کا نشان تھا جس کو وہ کسی وقت بھی مٹانا یا نیچا کرنا نہیں
چاہتے تھے، خواہ اُن کی جان جاتی رہے۔ ○

مولای صل وسلم دائما ابدا علیٰ حبیبک خیر الخلق کلہم

درسِ حدیث

درسِ حدیث

رمضان و لیلۃ القدر

○

اے اچھائی کے طالب آگے آ اور اے بُرائی کے چاہنے والے تو بُرائی سے رُک جا

○

استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرۃ مولانا سیّد حامد میاں رحمہ اللہ کے زیرِ اہتمام ہر اتوار کو نمازِ مغرب کے بعد جامعہ مدنیہ میں "مجلسِ ذکر" منعقد ہوتی تھی۔ ذکر سے فارغ ہو کر حضرت رحمہ اللہ حدیث شریف کا درس بھی دیا کرتے تھے۔ ذکر و بیان کی یہ مُبارک اور رُوح پرور محفل کس قدر جاذب و پُرکشش ہوتی تھی الفاظ اس کی تعبیر سے قاصر ہیں۔

محترم الحاج محمود احمد عارف رح کی خواہش و فرمائش پر عزیز بھائی شاہد صاحب سلمہٗ نے حضرۃ شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے بہت سے دروس ٹیپ ریکارڈ کے ذریعہ محفوظ کر لیے تھے اور پھر دروس والی تمام کیسٹیں اُنہوں نے مولانا سیّد محمود میاں صاحب کو عطا کر دیں۔

ہماری دُعا ہے کہ جن کی مہربانی، توجّہ اور سعی سے یہ انمول علمی جواہر ریزے ہمارے ہاتھ لگے، حق تعالیٰ ان سب کو بیش از بیش اجر سے نوازے۔ ہم انشاء اللہ تعالیٰ یہ قیمتی لؤلؤ لالہ انوارِ مدینہ کے ذریعہ حضرۃ رحمہ اللہ کے مریدین و احباب تک قسط وار پہنچاتے رہیں گے۔

واضح رہے کہ حضرۃ کے خلفِ اکبر اور جانشین حضرۃ مولانا سیّد رشید میاں صاحب کے زیرِ اہتمام ذکر و درس کا یہ سلسلہ بفضلہ تعالیٰ اب بھی جاری ہے۔

ہنوز آں ابرِ رحمت درفشان است   خم و خمخانہ با مہر و نشان است

الحمد للّٰہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ سیّدنا ومولانا محمد واٰلہ واصحابہ اجمعین۔ اما بعد

یہ[1] حدیث شریف تو آپ نے بہت سُنی ہوگی کہ رمضان المبارک میں جنات اور شیاطین کو پابند کر دیا جاتا ہے اور جہنّم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔ جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اس میں آگے آتا ہے "وَ یُنَادِی مُنَادٍ" اللہ کی طرف سے ایک اعلان ہوتا ہے یَا بَاغِیَ الْخَیْرِ اَقْبِلْ اے اچھّائی کے طالب بھلائی کے طالب آگے آ وَ یَا بَاغِیَ الشَّرِّ اَقْصِرْ اور اے بُرائی چاہنے والے تو بُرائی سے رُک جا۔ یہ اللہ کی طرف سے غائبانہ چیزیں ہوتی ہیں جو سُنائی تو نہیں دیتیں، لیکن اُن کے اثرات وارد ہوتے ہیں دِلوں پر دماغ پر اور اس کی علامت یہ ہوتی ہے کہ ان دنوں میں قبولیت کا مادہ اور صلاحیت انسان میں زیادہ ہو جاتی ہے۔ بڑھ جاتی ہے۔ یہ اعلان کے کلمات جو فرشتہ کرتا ہے سُنائی نہیں دیتے لیکن دلوں پر اثرات ہوتے ہیں اور اَب تو بہت آسان ہو گیا ہے سمجھنا ریڈیائی لہروں کے کس کس طرح کے کیا کیا اثرات ہوتے ہیں۔ رنگ بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ سب طرح کے کام ان سے بہت لیے جاتے ہیں۔ یہ محسوس نہیں ہوتا نہ مادی چیزوں کو محسوس کرنے والی چیزوں سے محسوس کیا جا سکتا ہے کیونکہ جو ریڈیائی کہلاتی ہے چیز وہ بہرحال مادی ہے۔ بیٹری کے ذریعے یا بجلی کے ذریعے یا لہروں کے ذریعے روشنی کے ذریعے جو بھی چیز آپ استعمال کر رہے ہیں وہ مادے سے پیدا ہو رہی ہے مادے کا غیر نہیں ہے۔ مادے سے خالی نہیں ہے جیسے کہ یہ روشنی جو ہے۔ یہ روشنی ٹیوب کی یہ بھی مادی ہے سورج کی روشنی یہ بھی مادی ہے کیونکہ پیدا مادے سے ہو رہی ہے۔ سورج ایک مادہ ہے۔ ایک مخلوق ہے۔ یہ جو استعمال کرتے ہیں ہم یہ سب چیزیں مادی ہیں اُن سے ہی ریڈیائی چیزیں پیدا ہوتی ہیں وہ بھی مادی ہیں، (مگر فرشتوں کا اعلان وغیرہ اور اُن کے اثرات) یہ اس سے بھی آگے کی چیزیں ہیں یہ ہیں روحانی اُن کا پتہ نہیں چل سکتا سواء اس کے کہ اللہ ہی بتلائے اور انبیاء کرام کو ان چیزوں کا پتہ دینے کے لیے واسطہ کے طور پر استعمال کیا گیا ہے جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا دَور جب آیا تو آپ واسطہ بنے تو آج تک یہ تعلیمات اسی طرح چلی آ رہی ہیں ان میں ڈیڑھ ہزار سال ہو گئے، کوئی

---

[1] عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اذا کان اوّل لیلۃ من شھر رمضان صفدت الشیاطین ومردۃ الجن وغلقت ابواب النار فلم یفتح منھا باب وفتحت ابواب الجنۃ فلم یغلق منھا باب وینادی منادیا باغی الخیر اقبل ویا باغی الشر اقصر وللہ عتقاء من النار وذلک کل لیلۃ۔ رواہ الترمذی وابن ماجہ۔ مشکوۃ ص ۱۷۳ ج ۱۔

تبدیلی کوئی رد و بدل بالکل نہیں آیا۔ محفوظ ہیں اسی طرح اللہ کی طرف سے تو بات چل رہی تھی کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب رمضان آتا ہے تو یہ فرشتہ کہتا ہے کہ یَابَاغِیَ الْخَیرِ اَقْبِلْ وَیَابَاغِیَ الشَّرِّ اَقْصِرْ اور یہ ہوتا ہی رہتا ہے مہینہ بھر "وَلِلّٰہِ عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ" اللہ کے آزاد کردہ بندے اس زمانہ میں بہت ہوتے ہیں آگ سے آزاد کردہ "مِنَ النَّارِ" جنہیں اللہ آگ سے چھٹکارا دیتا ہے خلاصی دیتا ہے۔ وہ اس زمانہ میں بہت ہوتے ہیں۔ "وَذٰلِکَ کُلَّ لَیْلَۃٍ" یہ اعلان مثلاً اور آزادی ہر شب ہوتی ہے پورے رمضان رہتی ہے۔ اس طریقہ پر انسان اگر ان سے فائدہ اُٹھائے تو بہت فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ اس میں ایک رات ایسی آتی ہے کہ اس کا اجر "خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ" ایک ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ رات رمضان میں ہونی ضروری نہیں، رمضان کے علاوہ بھی ہو سکتی ہے۔ ہاں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ میں جب اس رات کو بتایا گیا ہے تو یہ رمضان ہی میں تھی اور جو علامتیں بتائی گئی تھیں کہ بارش ہو گی اور اندر پانی ٹپکے گا چھپر میں سے اور جب سجدہ کریں گے فجر (کی نماز) کا تو مٹی لگ جائے گی سجدہ کی جگہ تو وہ شب جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ میں تھی۔ باقی ویسے آگے پیچھے ہوتی رہتی ہے ایک ہی معین نہیں ہے تو فرمایا اس کا اجر ہے ایک ہزار مہینوں کے برابر یہ تو اجر ہوا اس کا۔ ایک یہ ہوتا ہے کہ اس رات دُعا قبول ہوتی ہے اُس رات میں بھی کوئی وقت ایسا گزرتا ہے، یُوں ہر شب گزرتا ہے کوئی وقت ایسا مگر وہ زیادہ واضح ہوتا ہے۔ حدیث شریف میں اس کی علامت جو آئی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السّلام مصافحہ کرتے ہیں، مصافحہ کا لفظ ہے۔ اب مصافحہ فرشتہ کا مس کرنا اگر ہاتھ کو ہے بعینہ مصافحہ مراد ہے۔ تو بھی محسوس نہیں ہوتا اور اگر مصافحہ سے مراد ہے مسح کرنا چھونا ان کا تو وہ جسم کا کوئی حصّہ بھی چھوتے ہوں۔ سر چھوتے ہوں یا دل کی جگہ چھوتے ہوں جو صورت بھی ہوتی ہو، حدیث شریف میں اس شب کی جو واضح علامت بتائی گئی ہے۔ وہ یہ ہے ان کے مصافحہ سے انسان پر ایک کیفیت طاری ہوتی ہے، رونے کی رقعت کی دلجمعی اور خدا کی طرف توجہ مگر یہ حالت اسی شخص کی ہو گی جو اس قسم کی کوئی چیز دیکھے یا محسوس کرے ہر کسی کو ایسا نہیں ہوتا ہاں البتّہ یہ ساعت و وقت ہر کسی پر گزرتا ہے۔ باقی یہ ساعت عجیب ہے اللہ تعالیٰ نصیب بھی فرمائے اور اچھی دُعا کی بھی توفیق عطا فرمائے۔ ہمارے ایک بزرگ رشتہ دار تھے، وہ پڑھایا کرتے تھے کہنے لگے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ

جیسے کوئی کہتا ہے کہ یہ شب قدر ہے اور دُعا کا وقت ہے۔ وہ کہتے تھے کہ مَیں نے دیکھا کہ جیسے کعبۃ اللہ کے پاس ہُوں اور وہاں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم تشریف لانے والے ہیں، اتنے میں آپ تشریف لائے اور آپ نے ایسے انگلی کھڑی کی آسمان کی طرف اور وہ کہتے ہیں مجھے یُوں یاد پڑتا ہے کہ "یُوشاعُ" جیسا لفظ ارشاد فرمایا آپ نے اور میرے قریب جو آدمی کھڑا ہُوا تھا وہ کہتا ہے دُعا مانگو یہ دُعا مانگنے کا وقت ہے۔ وہ کہتے ہیں مَیں دُعا مانگنے لگا یا اللہ میرے سارے لڑکے پاس ہوجائیں، سارے لڑکے میرے پاس ہوجائیں، سارے لڑکے میرے پاس ہوجائیں، وہ پڑھاتے تھے وہ کہتے ہیں، یہی دُعا میرے مُنہ سے نکلتی رہی یہی مانگتا رہا پھر دیکھتے ہیں کہ جیسے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم مُنہ اُٹھا لیتے تھے۔ جیسے رکوع میں گئے ہُوئے تھے۔ جب وہ کھڑے ہوگئے تو جو پاس تھا آدمی اُس نے کہا وہ وقت پُورا ہوگیا گزر گیا وہ وقت گویا دُعا کی قبولیت کا، پھر اُن کی آنکھ کھُلی بڑے پچھتائے اور ساری عمر ہی پچھتاتے رہے بیچارے کہ مجھے وہ نصیب بھی ہُوئی اور مَیں نے مانگی بھی تو کیا دُعا مانگی کہ میرے سارے لڑکے پاس ہوجائیں تو کہتے ہیں کہ مَیں نے سارے سال چھُٹی کی، پڑھایا ہی نہیں کہ یہ تو پاس ہو ہی جائیں گے اور وہ ہو ہی گئے پاس مگر حدیث میں جو آیا ہے وہ وہ ہے اور یہ جو ایسے دیکھنے والے ہیں اُن سے پتہ چلتا ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی جو بات ہے وہ بھی دُرست ہے وہ ہی دُرست ہے کہ یہ سارے سال میں دائر ہوتی ہے اس رات کا پتہ نہیں چلتا ہو سکتا ہے تھوڑی دیر کے لیے سب کو نیند آجائے کسی کو کوئی کام ہوجائے کسی کو کچھ ہوجائے۔ اللہ جسے بتلانا چاہے بس اُس کی بات اور ہے۔ یہ جو قصّہ نقل کیا وہ تو سوتے ہُوئے کا تھا۔ سوتے ہُوئے اُنہوں نے محسوس کیا سوتے ہُوئے ہی دُعا کی اور جب وقت ختم ہُوا تو آنکھ کھل گئی۔ پھر پچھتائے، اللہ اُن کی مغفرت فرمائے اور بلند درجات عطا فرمائے وفات ہوگئی اُن کی۔ حضرت سیّد احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے بارہ میں لکھتے ہیں کہ اُنہوں نے بھی خواب دیکھا ایسا ہی حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گئے ہُوئے تھے اور سلوک طے کیا۔ منازل سلوک ذکر واذکار وغیرہ تصوّف جسے کہتے ہیں، یہ مکمّل کرنے کے بعد وہیں قیام تھا کہ سلوک کے جو بقیہ اہم مقامات ہوتے ہیں اُن کی تکمیل کا وقت اللہ کی طرف سے آیا اور اُنہوں نے دریافت کیا تھا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہ شب قدر کب ہوتی ہے تو حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے جواب دیا تھا کہ اگر اللہ کو منظور ہوگا اور تم سوتے بھی ہوگے تو اللہ اُٹھا دے گا، اس کے بعد خُدا کی قدرت ایسے ہُوا کہ وہ سو رہے

(باقی صفحہ ۴۳ پر)

روزہ اور اُس کی اقسام

معلوم ہونا چاہیے کہ روزہ کی تین قسمیں ہیں۔

پہلا صوم عام ہے، جس کے معنیٰ ہیں، اس نیت کے ساتھ کہ مَیں اللہ پاک کی خوشنودی کے لیے روزہ رکھتا ہُوں۔ اوّلِ فجر سے لے کر غُروب آفتاب تک کھانے پینے اور لذائذِ نفسانی سے خود کو الگ رکھنا، اور مکمّل پرہیز کرنا۔

وہ منعمِ بے نیاز اور مکرّم بندہ نواز قرآنِ مجید میں (کہ اس صحیفے کے لیے لطیفۂ اعزاز ہے۔) بیان فرماتا ہے: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ (اے ایمان والو! تمہارے لیے روزے لکھے گئے) یعنی تم پر ماہ رمضان المبارک میں روزہ رکھنا فرض کیا گیا، اور اس حُکم کی پیروی تم پر واجب ہُوئی، اور اللہ پاک کے اس کرم پر غور کرو کہ اس بات کو "کُتِبَ" یعنی نوشتہ شدہ" کہا گیا ہے جس کے معنی ہیں لکھا گیا، یہ نہیں کہا کہ مَیں نے لکھا ہے۔

چونکہ روزہ میں پیاس کی تکلیف اور بُھوک کی مشقّت ہے اس لیے باری تعالیٰ نے یہ پسند نہیں فرمایا کہ اس تحریر کو اپنے سے نسبت دے، لیکن جب اپنی شانِ رحمت و مغفرت کو ظاہر کرنا چاہا تو غایتِ لطف و کرم کے ساتھ فرمایا کہ ہم نے رحمت و مغفرت کو اپنے ذمّہ لے لیا۔

کَتَبَ رَبُّکُمْ عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃَ (تمہارے رب نے رحمت کو اپنے اُوپر لازم فرمالیا، اور مغفرت کو اپنے ذمّہ لے لیا) جب تو اپنی کمزوری اور شدّتِ ضعف کے باوجود اس حکم کو بجالایا جو تیرے لیے لکھا گیا تھا تو کیا اللہ جلّ شانہٗ نے اپنے فضل و کرم، جمال و جلال اور عزّت و کبریائی کے

ساتھ جو اپنے لیے لکھا اور اپنے اُوپر لازم فرمایا ہے وہ اُسے پُورا نہیں کرے گا (جب کے وہ کرنے پر ہر طرح قدرت رکھتا ہے) اور اپنے لطف وکرم سے تیری بخشش نہیں فرمائے گا۔ اور تجھے بہشتِ بریں میں جگہ نہیں دے گا۔

اس مہینے کی ہر مقدّس شب میں جب کہ سورج جو ستاروں کا شہنشاہ ہے جاکر غارِ مغرب میں چھُپ جاتا ہے اور رات ظلمتِ شب کے پردے اطرافِ عالم میں چھوڑ دیتی، تو اس سے پہلے کہ صُبح ہو اور اپنے جمال جہاں آرا سے عالم کو بقعۂ نُور بنادے، بارگاہِ الٰہی کا مقرّب فرشتہ آواز لگاتا ہے ھَلْ مِنْ مُّسْتَغْفِرٍ فَیُغْفَرَ لَہٗ (ہے کوئی گناہ کی معافی چاہنے والا کہ اُس کے گناہ معاف کردیے جائیں۔) ھَلْ مِنْ تَائِبٍ فَیُتَابَ عَلَیْہِ (ہے کوئی توبہ کرنے والا کہ ہم اس کی توبہ قبول کریں) کیا کوئی پکارنے والا ہے جو اپنا دستِ نیاز ہماری بارگاہ میں عجز وانکسار کے ساتھ پھیلائے تاکہ ہم مقصد کے موتیوں سے اُس کی مُٹھی بھر دیں، کوئی توبہ کرنے والا ہے جو اپنے کیے پر پشیمان ہو اور اس کے دفترِ عصیاں کو ہم مغفرت کے پانی سے دھوڈالیں، کوئی خطاوار ہے جسے ہم اپنی ایک نگاہِ لُطف کے ساتھ بخش دیں۔ کوئی مُرادطلب ہے کہ ہم اُس کی جوئے بارِ تمنّا میں آبِ مراد کو رواں فرمادیں، کوئی ڈرنے والا ہے کہ ہم اُسے اپنی بارگاہِ لطف وعطا میں باریابی کے اعزاز سے نوازیں، کوئی راہِ طلب کا مسافر ہے کہ ہم اپنی رحمتوں کے سائے میں اُسے منزلِ مُراد تک پہنچادیں۔

ع مایار بسیم ہیچ بے یارے ہست تاگل و ہمیش زلطف ماخارے ہست
آوازۂ لطفِ ما دو عالم بگرفت در عرصۂ غم ہیچ گنہ گارے ہست

(ہے کوئی بے یار و مددگار کہ ہم اُس کے سچّے ساتھی اور بہترین مدد کرنے والے ہیں، ہے، کوئی جس کا دل غم کے کانٹے سے فگار ہو کہ ہم اُسے خوشیاں عطا کر کے پھُول کی طرح شگفتہ کر دیں۔ ہمارے لطف وکرم کا شہرہ دونوں جہانوں میں پھیلا ہوا ہے کوئی ایسا آوارہ وبے سہارا انسان جو غم کی وادیوں میں بھٹک رہا ہو۔)

اے عزیز باتمیز جان لے کہ یہ ماہ مبارک جسے اللہ پاک کا مہینہ کہا جاتا ہے۔ ہزار عزّت و احترام کے قابل ہے کہ یہ کوئی دل آزار وبے حمیت مہمان نہیں ہے کہ جو تیرے گھر میں جھاڑو دے دے یعنی تیرے لیے بارِ خاطر اور باعثِ نقصان ہو، بلکہ یہ ایسا معزّز مہمان ہے کہ جب آتا ہے اپنی حوائج ضروریہ کو اپنے ساتھ

لاتا ہے، اور تیرے لیے رحمت و مغفرت کے اسباب پیدا کرتا ہے، اور جب جاتا ہے تو روزہ رکھنے والوں کی لغزشوں کو اپنے ساتھ لے جاتا ہے، ایسے مُبارک مہینے کو عزیز نہ رکھنا اور یہ سوچنا کہ جب اگلے سال یہ مہینہ آئے گا تب دیکھا جائے گا، کسی طرح صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ کون جانتا ہے کہ کسی انسان پر آیندہ سال آئے گا بھی یا نہیں۔ یہ خیال کر کہ ایسے کتنے لوگ تھے جو پچھلے سال اس مہینے کی برکتوں اور سعادتوں سے مالامال تھے، روزہ داروں اور عبادت گزاروں میں تھے، امسال وہ اس دُنیا سے جا چکے ہیں اور اب وہ خود دوسروں کی دُعا اور فاتحہ کے محتاج ہیں۔

چند روز کے لیے اپنے لب شکر بار پر روزہ کی مقدّس مہر لگالے اور درویشوں کا طریق اختیار کرتا کہ تجھے یہ شرف حاصل ہو۔ اَلصَّوْمُ لِیْ وَ اَنَا اَجْزِیْ بِهٖ (روزہ میرے لیے ہے اور مَیں ہی اُس کا اجر و ثواب دوں گا۔)

اللہ پاک نے روزے کی اپنے سے نسبت قائم کی ہے اسی وجہ سے جو بھی طاعت و عبادت اس مہینے میں بندہ سے وجود میں آتی ہے اللہ پاک اُسے قبول فرماتا ہے اور اہلِ عالم کو اس پر اطلاع ہوتی ہے لیکن روزے کو کوئی نہیں دیکھتا، اسی لیے خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ خاص میرے لیے ہے، مختلف مذہبوں اور ملّتوں کے لوگ اپنے اپنے اصنام کی عبادت یا پوجا کرتے ہیں، لیکن کسی نے اپنے ان معبودوں کے لیے روزہ نہیں رکھا، ہر طرح کی پُوجا پاٹ کی، مگر روزہ نہیں رکھا۔ روزہ خالصتًا اللہ کے لیے ہے اور اس کا اجر اسی کے ذمّہ ہے۔

روایت کے نقل کرنے والوں اور پیغمبرِ خُداؐ کی حدیث کو بیان کرنے والوں نے کہا ہے کہ قیامت کے دن اللہ پاک جو سب سے بڑا بادشاہ ہے، اپنے مقرّب فرشتوں میں سے ایک فرشتے کو حکم دے گا کہ وہ میدانِ حشر کی فضا میں پرواز کرے جمیع خلائق پر کہ میدانِ حشر میں جمع ہیں، ایک نظر ڈالے اور اُن کو شمار کرے، وہ فرشتہ ایک پلک جھپکنے میں جن و انس، وحوش و طیور وغیرہ تمام مخلوقات کی تعداد کو جان لے گا اور اُن کے رونگٹے رونگٹے کا حساب لگالے گا۔ اُسی کے ساتھ اُن کی جنس کو متعیّن کرے گا۔

تب فرمانِ خُداوندی صادر ہوگا کہ اے میرے مقرّب فرشتے تُونے میدانِ حشر میں موجود تمام خلقت کی تعداد کو جان لیا تو اَب بہشت کی جانب دیکھ اور وہاں کے نعائم کا حساب کر، اس پر فرشتہ باغِ بہشت کی نہروں، چشموں، ثمردار درختوں، نیز ارضِ فردوس کے خُوبصُورت محلوں، حسین چمنستانوں اور اُن میں

محوِ خرام حور و غِلمان کو دیکھے گا اور اُن کا حساب کرے گا، اِسی طرح حُکمِ خُداوندی کے مطابق وہ دوزخ اور ساکنانِ دوزخ پر ایک نظر ڈالے گا اور ان سب کے اعداد و شمار کو جان لے گا، اُس وقت اللہ پاک ارشاد فرمائے گا کہ اے میرے مقرّب فرشتے تو نے ان سب کا حال تو ایک لمحہ میں جان لیا، اور اُس کو جاننے میں ذرا سی دیر بھی نہیں لگی۔ اَب تو روزہ رکھنے والوں کے لیے جو اجر و ثواب میری طرف سے ہے اُس کا شمار کر۔ بارگاہِ ایزدی کا وہ مقرّب فرشتہ ہزار سال تک سوچے گا اور غور و فکر میں ڈُوبا رہے گا اور بالآخر بارگاہِ کبریائی میں عرض پرداز ہو گا کہ خُدایا میں عاجز ہُوں اور مجھ سے ان رحمتوں کا حساب نہ ہو سکے گا جو تو اپنے روزہ دار بندوں پر نازل فرمائے گا۔ اے خُداوندِ کریم روزہ کی جزا تو تیرے کرمِ بے نہایت پر ہے جس کا کوئی حساب نہیں، اس لیے کہ خداوندا تو نے تو خود فرمایا ہے کہ روزہ میرے لیے ہے اور اس کا اجر میرے ذمّہ ہے۔

سوال: روزے کے ایجاب میں حکمت کیا ہے؟

جواب: ایک بات تو یہ ہے جیسا کہ مَیں نے بیان کیا ہے کہ ایک سال تک جو گناہوں کا ڈھیر جمع ہوتا ہے روزے میں لگنے والی بھُوک کی آگ اُسے جلا ڈالتی ہے اور دوسرا جواب (کہ جس پر ہزار جانیں نچھاور کی جا سکتی ہیں) یہ ہے کہ اللہ پاک نے بغیر کسی واسطے کے روزے کے سلسلے میں اپنی خوشنودی کی خبر دی ہے اور رُزہ داروں کو مہمانِ بہشت قرار دیا ہے۔ وَاللّٰہُ یَدْعُوْٓا اِلٰی دَارِ السَّلَامِ۔ (اللہ تعالیٰ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے) اس کے بعد فرمایا کہ چند روز روزہ داری کے سلسلہ میں بھُوکے رہو تاکہ تمہارے چہرے سے آثارِ مہمانی ظاہر ہوں۔

کنز العلوم میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیٰ نبیّنا علیہ الصّلوٰۃ والسّلام پر وحی نازل ہُوئی کہ اے موسیٰ ہم اُمّتِ محمّدی کو دو نُور عطا فرمائیں گے، جنہیں دو ظلمتوں کا کوئی خوف نہ ہو گا۔ حضرت موسیٰؑ نے سوال کیا الٰہ العالمین! وہ دو نُور کون سے ہیں، اللہ پاک نے ارشاد فرمایا، پہلا نُور قرآن ہے، اور دوسرا نُور ماہِ رمضان۔ حضرت موسیٰ نے پھر پُوچھا وہ دونوں ظلمتیں کونسی ہیں جن سے ان دو نُور والوں کو ضرر نہیں پہنچے گا، فرمایا گیا وہ دو ظلمتیں ظلمتِ قبر اور ظلمتِ یومِ قیامت ہیں۔

اس مقدّس و مبارک مہینے میں اُمّتِ محمّدی کے لیے بیس ۲۰ فضائل ہیں، دو حرمتیں ہیں، دو عصمتیں ہیں، دو نعمتیں ہیں، دو رخصتیں ہیں، دو کرامتیں ہیں، دو بشارتیں ہیں، دو برکتیں ہیں، دو راتیں ہیں دو ہدیے

ہیں اور دُو فرحتیں ہیں، دو حرمتیں ہیں ایک حرمتِ ماہِ رمضان، ایک حرمتِ قرآن۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ (ہم نے نازل کیا قرآنِ پاک کو ماہِ رمضان المبارک میں) دو عصمتیں ہیں ایک شیطانِ لعین سے کہ وہ انسان کو گمراہ کرتا ہے اور قلوب میں وسوسے ڈالتا ہے اور دوسرے دوزخ کی آگ سے کہ اس مہینہ میں شیطان قید کر دیا جاتا ہے اور دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں، دو نعمتیں ہیں۔ ایک یہ ہے کہ اس مُبارک ماہ میں بہشت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ دلوں کو نورِ ایمان کی روشنی سے منوّر کر دیتے ہیں، دو رُخصتیں ہیں ایک وقت سے پہلے افطار مسافر کے حق میں اور دوسرے بیمار کے حق میں۔

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ؕ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ (سو جو شخص اس ماہ میں موجود ہو اُس کو ضرور اس میں روزہ رکھنا چاہیے اور جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے ایّام کا شمار رکھنا ہے۔) دو کرامتیں ہیں ایک خود روزہ اور دوسرے جزائے روزہ جس کو اللہ پاک نے اپنے سے متعلّق رکھا ہے۔ اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِهٖ (روزہ میرے لیے ہے اور مَیں خود اس کی جزا دوں گا۔)

دوسرے یہ کہ روزہ دار کے مُنہ کی بُو اللہ کے نزدیک مُشک و عنبر کی خُوشبُو سے بہتر ہے۔ دو بشارتیں یہ ہیں ایک ارادۂ یُسر، دوسرے نفیِ عُسر۔

يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (اللہ تعالیٰ کو تمہارے ساتھ آسانی کرنا منظور ہے اور تمہارے ساتھ دشواری منظور نہیں) دو برکتیں ہیں ایک برکت روزہ دوسرے برکت سحور یعنی سحری کھانے کی برکت، دو راتیں ہیں ایک شبِ بدر، دوسری شبِ قدر، دو ہدیے ہیں پہلا یہ کہ روزہ دار کی نیند بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک بیداری کی عبادت میں داخل ہے، دوسرے یہ کہ اس کی خاموشی تسبیح و تہلیل کا درجہ رکھتی ہے۔ دو فرحتیں ہیں ایک افطار کی فرحت دوسرے دیدار کی فرحت۔

امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُمّتِ محمّدی کو عذاب نہیں دے گا۔ اس لیے کہ اُس نے اس اُمّت کو ماہِ رمضان اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ کی نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ اے مؤمن روزہ دار قُلْ هُوَ اللّٰهُ پڑھ اور برأت و نجات حاصل کر۔

حضرت جابر بن عبداللہ رض روایت کرتے ہیں کہ رُسول مقبول صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے

ماہ رمضان میں پانچ چیزیں عطا فرمائی ہیں۔

پہلی یہ کہ جب رمضان المبارک کی پہلی شب ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ میری اُمّت پر اپنی رحمتوں کے ساتھ نظر کرتا ہے، اور ظاہر ہے کہ جس پر اللہ پاک کی نگاہِ رحمت ہو جاتی ہے اُس کو پھر عذاب نہیں دیا جاتا۔

دوسرے یہ کہ اللہ پاک کے نزدیک روزہ داروں کے مُنہ کی بُو، مُشک وعنبر پر فوقیّت رکھتی ہے۔

تیسرے رمضان المبارک کی تمام راتوں اور دنوں میں فرشتے روزہ داروں کے گناہوں کے لیے توبہ واستغفار کرتے ہیں۔

چوتھے یہ کہ اللہ پاک بہشتوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ اللہ کے اُن نیک بندوں اور دوستوں کا استقبال کرنے کے لیے آمادہ و آراستہ رہیں کہ وہ وقت نزدیک آگیا ہے کہ وہ دُنیا کی تکلیفوں اور محنتوں سے رہائی پائیں اور میری رحمتوں کی طرف دوڑتے ہُوئے آئیں۔

پانچویں یہ کہ جب رمضان المبارک کی آخری رات ہوتی ہے تو اللہ پاک جو رحیم وکریم ہے، روزہ داروں کو بخش دیتا ہے اور اُن کے گناہوں کو دھوڈالتا ہے، جب ماہِ رمضان شروع ہوتا ہے تو عرش خداوندی لرزنے لگتا ہے کہ ایسا مہمانِ عزیز مومنین کے پاس جا رہا ہے کیا خبر ہے کہ وہ اُن کے پاس سے خوش وخرّم واپس آتا ہے یا نہیں۔

ماہ رمضان میں مقربانِ بارگاہِ الٰہی تیرے حجرۂ خواجگی یعنی تیرے محل کی طرف دیکھتے ہیں کہ توکسی بُھوکے فقیر کو روٹی کا لقمہ دیتا ہے یا نہیں، کسی یتیم کا دل خوش کرتا ہے یا نہیں۔ تُونے حلال روزی کمائی ہے یا حرام کی کمائی سے تیرے لیے کھانا تیّار کیا گیا ہے، ایسا تو نہیں کہ تو یتیم یا کسی بیوہ کے مال سے روزہ کھول رہا ہے۔

امام بلخ خلف بن ایّوب کے یہاں ایک باندی تھی جس کو اُنھوں نے فروخت کر دیا، حاکم شہر نے اس کو خریدا اور اپنے گھر لے گیا، وہ باندی محل میں بیٹھی ہُوئی تھی اور اُس کے ملازم افطاری کے لیے مختلف چیزیں لالاکر دسترخوان سجا رہے تھے اور جیسا کہ حکام کا شیوہ اور ان کے یہاں کا دستور ہوتا ہے، کہیں سے گوشت کہیں سے شیرینی اور کہیں سے خوان لگ کر آ رہا تھا، کنیز نے اس سے پہلے کبھی یہ نہ دیکھا تھا کہ دوسروں کے مال سے روزہ کھولا جاتا ہو، اُس نے پُوچھا کہ یہ کیا ہے اور کیوں ہے کہ افطاری کا سامان ایک ساتھ اور یک جا صُورت میں نہیں لایا گیا۔ اُسے جواب ملا کہ اہل قریہ پر یہ محصول کی صورت میں عائد ہوتا ہے جیسے جیسے لوگ لالاکر دیتے جاتے ہیں سامان یہاں آتا رہتا ہے، کنیز نے تعجّب سے کہا کیا مُسلمانوں میں اس قسم کی باتیں بھی ہوتی ہیں ؟ جواب ملا کہ "ہاں" یہی ہوتا ہے، اس پر وہ کنیز رونے لگی اور کہنے لگی کہ مجھے میرے

پہلے آقا کے یہاں پہنچا دو، جہاں میں نے پرورش پائی ہے کہ جب کوئی مرغ بیمار ہوتا اور اُس کے دسترخوان کا کوئی ریزہ چُن لیتا تو شفایاب ہو جاتا، اے خلف بن ایّوب کی باندی سے بدتر انسان سر اُٹھا اور سوچ کہ کس برتے پر تو خود کو اپنے وقت کا عالم اور زاہد کہہ سکتا ہے، اور اس کا سزاوار ہو سکتا ہے۔

اے عزیز باتمیز! تجھے اس ماہ مقدس میں اپنے ایک سال کے گناہ بخشوا لینے چاہییں، اگر تو نے اس مُبارک مہینے "شہر رمضان" میں اپنے گناہوں کو نہ بخشوایا تو پھر اس کے لیے کونسا مہینہ ہوگا، دریائے رحمت جوش میں ہے اگر اس وقت تو اپنے مقصد و مراد تک نہیں پہنچتا تو کب پہنچے گا، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے روایت ہے کہ صبر کے دو حصّے ہیں، نصف حصّہ ایمان سے متعلق ہے اور نصف حصّہ روزے سے، نیز کہا گیا ہے کہ انسان کے اعمال اور ذخیرۂ ثواب کو مظالم برباد کر دیتے ہیں، سوائے روزہ کے کہ اس کا ثواب انسان سے نہیں چھینا جاتا، باری تعالیٰ قیامت کے دن حکم فرمائیں گے کہ روزہ دار سے قصاص نہ لیا جائے۔

اب کہ تجھے روزۂ عام کے بارے میں معلوم ہو گیا، جو "اَخیار" کا روزہ ہے اور اس کی فضیلت و ثواب سے بھی تجھے آگاہی ہو گئی۔ تو اے فرزند ارجمند جان لے کہ روزہ کی دوسری قسم خاصانِ خدا کا روزہ ہے اور وہ مذکورہ اُمور سے بچنے کے علاوہ تمام عیوب و ذنوب یعنی گناہوں اور بداعمالیوں سے بچنا اور ظاہری و باطنی دونوں سطح پر صبر اختیار کرنا اور اپنے اعضاء و جوارح کو تمام بُرائیوں سے محفوظ رکھنا ہے" جیسا کہ نفس کو شراب و طعام یا کھانے پینے سے روکا جاتا ہے، اسی طرح تمام قویٰ اور اعضا (مثال کے طور پر) آنکھوں، کانوں، زبان اور دل کی حفاظت کی جائے کہ وہ بُری چیزوں کے دیکھنے، اُن کے بارے میں سُننے اور اُنہیں چکھنے اور عالَم خیال میں اُن کی خواہش کرنے سے بچیں۔

جب ان اعضاء کی حفاظت ہو جائے گی تو باقی تمام اعضاء بھی مصئون و محفوظ ہو جائیں گے۔ اور تو مکمّل طور پر راہِ خدا میں ایستادہ اور منزلِ صبر و رضا میں قائم ہوگا۔

سب سے پہلے دل کی حفاظت فرض ہے، اللہ پاک نے فرمایا ہے۔

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي قُلُوبِكُمْ (اللہ تعالیٰ وہ سب کچھ جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے۔)

دل بادشاہ ہے اور تمام اعضاء و جوارح اس کے تابع فرمان ہیں، جب دل نیکی اختیار کرتا ہے تو رعیت یعنی اعضائے مختلفہ بھی اس کی پیروی میں صلاح و فلاح کی راہ اختیار کرتے اور نیک بن جاتے ہیں،

رُسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ایک حدیث ہے کہ دِل جو ایک پارۂ گوشت ہے اگر وہ نیک ہو جائے تو سارا جسم نیک ہو جائے۔ اس کے برعکس جب دل بُرائی کی راہ اختیار کرتا ہے تو تمام بدن بُرا ہو جاتا ہے۔ شیخ طریقت و برہانِ حقیقت حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں اپنے پیر و مُرشد حضرت شیخ سرّی سقطیؒ کی خدمت میں باریاب ہُوا، دیکھا کہ شیخ (علیہ الرحمۃ) بُری طرح رو رہے ہیں اور وہاں پانی کا برتن ٹُوٹا ہُوا پڑا ہے۔ مَیں نے پُوچھا کہ یا حضرت آپ کے اس گریہ وزار کا کیا سبب ہے، جواب میں فرمایا کہ میرے بیٹے ایک مُدّت سے میرے دل میں ٹھنڈا پانی پینے کی آرزو تھی اور مَیں چاہتا تھا کہ مٹی کا ایک نیا کوزہ میسّر آجائے تاکہ اس میں پانی ٹھنڈا کر کے پیوں، بہت مُدّت کے بعد یہ حاصل ہُوا، کل رات مَیں نے اس میں پانی بھر کر رکھ دیا کہ صُبح تک ٹھنڈا ہو جائے، وقتِ سحر خواب میں دیکھا کہ بہشت کی ایک حُور اپنے جمال بے مثال کے ساتھ میرے پاس آئی، مَیں اُس کے حُسن و جمال کو دیکھ کر مبہوت رہ گیا، اور مَیں نے اُس سے پُوچھا کہ تو کون ہے، جواب دیا کہ میں اس شخص کے لیے ہُوں جو نئے مٹی کے کُوزے سے ٹھنڈا پانی پئے۔ پھر غیرتِ حُسن سے مجبور ہو کر اُس نے کوزہ پر ہاتھ مارا، کوزہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور تمام پانی بہہ گیا۔ میری آنکھ کھل گئی، مَیں نے دیکھا کہ واقعی کوزۂ آب ٹُوٹ گیا ہے اور پانی بہہ گیا ہے، اب اس خیال سے کہ دل کی ایک ادنیٰ خواہش پر میں اس حد تک موردِ عتاب قرار دیا گیا ہُوں، میری ندامت بھری آنکھوں سے بے اختیار حسرت کے آنسو بہہ رہے ہیں۔

دوسرے نادیدنی چیزوں سے آنکھوں کی حفاظت ہے، خدائے تعالیٰ رسُول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے فرماتا ہے۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ۭ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ (اے محمّد) ایمان والوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی آنکھوں کو نیچی رکھیں اور اپنے اعضائے جنسی کی حفاظت کریں کہ یہی باتیں انہیں تمام بُرائیوں سے پاک کرنے والی ہیں، اور اللہ تعالےٰ اُن تمام چیزوں کی خبر رکھتا ہے جو وہ کرتے ہیں۔)

اس بارۂ خاص میں حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے فرمایا ہے کہ نظر سے پرہیز کرو کہ نظر دل میں آرزو پیدا کرتی ہے اور نظر کرنے والے کے لیے یہی خواہش فتنہ بن جاتی ہے۔

تیسرے تجھ پر کانوں کی حفاظت لازم ہے جس کے ذریعہ تو اپنے کانوں کو فحش اور فضول باتوں کے

سُننے سے بچا سکے، یاد رکھ کہ سُننے والا بھی کہنے والے کے ساتھ گناہ میں شریک ہوتا ہے۔"سننا" بہت سے خطرات پیدا کرتا ہے اور اُس سے دل میں گوناگوں وسوسے جنم لیتے ہیں، جن سے دل اور اس کے اتباع میں تمام جسم بہت سی ایسی مشغولیتوں میں گھر جاتا ہے جو طاعت و عبادت کے لیے پھر کوئی جگہ نہیں چھوڑتیں۔

چوتھے زبان کی حفاظت ہے جو تیرے لیے ضروری ہے۔ سفیانؓ بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے دریافت کیا، یا رسول اللہؐ وہ کونسی چیز ہے کہ جس سے آپ میرے بارے میں ڈرتے ہیں، رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی زبان مبارک کی طرف اشارہ فرمایا کہ وہ چیز یہ ہے۔ یُونس بن عبید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرا نفس اس پر تو قادر ہے کہ میں گرمیوں کے موسم میں بصرہ جیسے گرم شہر میں رہتے ہُوئے روزہ رکھ لوں، لیکن میں ایک کلمہ لایعنی کو ترک نہیں کرسکتا، یعنی یہ ممکن نہیں کہ میری زبان سے کوئی لایعنی بات نکلے، جب ایسا ہے تو زبان کی حفاظت تیرے لیے اور بھی ضروری ہوگئی۔

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ جب صُبح کا وقت ہوتا ہے تو تمام اعضائے جسمانی زبان سے کہتے ہیں کہ تجھے ہم خدائے عزوجلّ کی قسم دیتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ تو راست گفتار رہے، جب تو سیدھی رہے گی تو ہم سب سیدھے راستے پر چلیں گے اور جب تو کج رفتار ہوجائے گی تو ہم سب بہک جائیں گے۔

پانچویں یہ ہے کہ تو اپنے دست و پا کو غلط چیزوں کو حاصل کرنے اور بُری جگہوں پر جانے سے روکے۔

مختصر یہ کہ خاصانِ خدا کا روزہ تمام شیطانی راستوں کے مسدود کردینے اور تمام بُرائیوں کے نفوذ کی راہوں کو تنگ سے تنگ تر کردینے سے عبارت ہے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ شیطان سرایت کرتا ہے ابن آدم کے جسم میں خُون کے جاری ہونے کی جگہوں سے، یعنی جس طرح رگوں میں خُون گردش کرتا ہے اسی طرح روحِ شیطانی بھی ابنِ آدم کے جسم میں سرایت کرکے خُون کی طرح گردش کرتی ہے، پس کوشش کرو کہ اس کے نفوذ کی راہیں تنگ کردو، اور یہ اس طرح ہوسکتا ہے کہ اعضا کی شہوانی خواہشات سے حفاظت کی جائے، اس لیے کہ شیطان انسان کے قلب تک راہ نہیں پاتا، مگر شہوانی خواہشات کی وساطت سے۔"

جب خاصانِ الٰہی کا روزہ جو اَبرار کہلاتے ہیں یہ ہے کہ وہ روزہ کی حالت میں تمام اعضائے بدن اور قوائے جسمانی کی حفاظت کرتے ہیں، تاکہ تمام عیوب و ذنوب یعنی گناہوں اور بداعمالیوں سے بچ سکیں اور نیکی پر قائم و دائم رہیں، تاکہ اللہ پاک ان روزوں کی برکت سے جو وہ ہمیشہ رکھتے ہیں تیسرے قسم کے

روزوں کی توفیق اُنھیں ارزانی فرمائے۔

روزے کی اس تیسری قسم یعنی صومِ حقیقی تک پہنچنا بہت زمانے کے بعد میسّر آتا ہے اور بہت کم لوگوں کا حصّہ ہوتا ہے۔ صومِ حقیقی مقربانِ بارگاہِ الٰہی اور غلامانِ حضرت رحمت پناہی کے لیے ہے کہ وہ آشکار و پنہاں غیرِ حق اور محبّت غیرِ حق سے پرہیز کریں، اس طرح اُن کا روزہ اُن کو غیر اللہ اور اُن کی محبت سے منزّہ و مبرّا کر دیتا ہے اور وہ اُس مژدۂ جاں فزا کے خلعتِ لطیف اور تشریف شریف سے نوازے جاتے اَلصَّوْمُ لِیْ وَ اَنَا اُجْزٰی بِہٖ (فعل مجہول کی قرأت کے ساتھ) یعنی (روزہ خاص میرے لیے ہے اور اس کی جزا میں خود بن جاؤں گا۔")

از غیر تو دارم ہمہ روز روزہ ہر شب کنم از عطائے تو دریوزہ

تا روزۂ من ترا قبول افتد جان و دلِ من بروزہ اند، ہر روزہ

(ہر دن میں تیرے سوا ہر خیال سے پرہیز کرتا ہوں، یہی میرا روزہ ہے، ہر رات میں تیری بخششوں کے لیے تجھ سے دریوزہ کرتا ہوں تاکہ تو اپنی عنایت بے نہایت سے میرے روزے کو قبول فرمائے، میرے دل وجان ہر روز روزہ دار رہتے ہیں۔)

جب یہ مقربان بارگاہ جو اخص خواص ہیں روزہ رکھتے ہیں، یعنی اس کارخانۂ افعال و آثار سے رختِ فکر باہر لے جاتے ہیں، اُس کی حدود سے بلند ہو جاتے ہیں اور شیون و صفات کے ان حجابات اور پردوں کو جلا دیتے ہیں جو تمام آثار و افعال کے مبادی و سرچشمہ ہیں تو اُن کا قبلۂ مراد اور کعبۂ مقصود صرف ذاتِ واجب الوجود ہوتی ہے اور کوئی دوسرا خیال اُن کے قریب نہیں آتا۔

بیروں ز حدودِ کائنات است دلم برتر ز احاطۂ جہات است دلم

فارغ ز تقابل صفات است دلم مرآۃِ تجلّیاتِ ذات است دلم

(میرا دل کائنات کی حدوں سے بلند ہو گیا ہے، میرا دل احاطۂ جہات سے بالاتر ہو گیا ہے، میرا دل تقابلِ صفات سے بے نیاز ہو گیا ہے، میرا دل تجلّیاتِ ذات کا آئینہ بن گیا ہے۔

(از صحائف معرفت)

○

(بشکریہ ماہنامہ بیّنات)

مولانا نعیم الدین صاحب، فاضل و مدرس جامعہ مدنیہ

نفل نمازوں کے فضائل اور اُن کے پڑھنے کا طریقہ

○

دن و رات میں پانچ نمازیں تو فرض کی گئی ہیں اور وہ گویا اسلام کا رُکنِ رکین اور لازمۂ ایمان ہیں ان کے علاوہ اُن ہی کے آگے پیچھے اور دوسرے اوقات میں بھی کچھ رکعتیں پڑھنے کی ترغیب و تعلیم رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے پھر ان میں سے جن کے لیے آپ نے تاکیدی الفاظ فرمائے یا دوسروں کو ترغیب دینے کے ساتھ جن کا آپ نے عملاً بہت زیادہ اہتمام فرمایا اُن کو عُرفِ عام میں "سُنّت" کہا جاتا ہے اور اُن کے ماسوا کو "نوافل"۔ بعض نوافل ایسے ہیں جن کی مستقل حیثیّت ہے۔ ان نوافل کا ادا کرنا ایک تو تقربِ الی اللہ کا باعث ہے۔ ۱۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں۔ "بندہ نوافل کے ذریعہ میرے قرب میں ترقی کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہوں اور جب میں محبوب بنالیتا ہُوں تو مَیں اُس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سُنے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے دیکھے، اُس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے پکڑے، اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلے، جو وہ مجھ سے مانگتا ہے وہ مَیں اُسے دیتا ہُوں۔

(بخاری شریف ج ۲۔ ص ۹۶۳)

آنکھ، ہاتھ اور پاؤں بن جانے کا مطلب یہ ہے کہ اُس کا ہر کام اللہ کی رضا اور محبّت کے ذیل میں ہوتا ہے، اُس کا کوئی عمل بھی اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف نہیں ہوتا۔

دوسرے ان نوافل کے ذریعہ سے فرائض میں رہ جانے والی کمی پُوری ہوتی ہے۔

۲۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو یہ فرماتے ہُوئے سُنا کہ "قیامت

کے دن آدمی کے اعمال میں سب سے پہلے فرض نماز کا حساب لیا جائے گا، اگر نماز اچھی نکل آئی تو وہ شخص کامیاب و کامران ہوگا، اور اگر نماز بیکار ثابت ہوئی تو وہ نامراد اور خسارہ میں ہوگا، اور اگر نماز میں کچھ کمی پائی گئی تو ارشادِ خداوندی ہوگا کہ دیکھو اس بندے کے پاس کچھ نفلیں بھی ہیں جن سے فرضوں کو پورا کر دیا جائے، اگر نکل آیئں تو اُن سے فرضوں کی کمی پوری کر دی جائے گی۔ اس کے بعد پھر اسی طرح باقی اعمال (روزہ زکوٰۃ وغیرہ) کا حساب ہوگا۔" (ترمذی، ج ۱ ص ۹۴۔ نسائی ج ۱۔ ص ۵۴)

ذیل میں چند نفل نمازوں کے فضائل اور اُن کے پڑھنے کا طریقہ ذکر کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

تحیۃ الوضوء

تحیۃ الوضوء یہ ہے کہ جب کبھی وضو کریں تو دو رکعت نفل پڑھ لیا کریں۔

۳۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام فرماتے ہیں۔

"جو مسلمان بھی اچھی طرح سے وضو کرے اور وضو کے بعد حضورِ قلب کے ساتھ دو رکعت نفل پڑھے تو اُس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔" (مسلم شریف ج ۱ ص ۱۲۲)

۴۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ایک دن فجر کی نماز کے بعد حضرت بلالؓ سے فرمایا، تمہیں اپنے جس اسلامی عمل سے سب سے زیادہ اُمیدِ خیر و ثواب ہو، وہ مجھے بتلاؤ، کیونکہ میں نے تمہارے چپلوں کی چاپ جنّت میں اپنے آگے آگے سُنی ہے۔ (خواب میں یا کشف وغیرہ میں) حضرت بلالؓ نے عرض کیا کہ مجھے اپنے اعمال میں سب سے زیادہ امید اپنے اس عمل سے ہے کہ میں نے رات یا دن کے کسی وقت میں جب بھی وضو کیا ہے تو اس وضو سے میں نے نماز ضرور پڑھی ہے۔ جتنی نماز کی بھی مجھے اللہ کی طرف سے توفیق ملی۔ (بخاری شریف ج ۱ ص ۱۵۴)

مسئلہ: تحیۃ الوضو اعضاءِ وضو کے خشک ہونے سے پہلے پہلے پڑھنی چاہیے۔ یہی اس کا وقت ہے۔

تحیۃ المسجد

تحیۃ المسجد یہ ہے کہ جب کوئی مسجد میں جائے تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت پڑھے۔

۵۔ حضرت ابو قتادہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو اس کو چاہیے کہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھے۔

(بخاری شریف ج ۱ ص ۶۳ و مسلم ج ۱ ص ۲۴۸)

مسئلہ: اگر مسجد میں کئی مرتبہ جانے کا اتّفاق ہو تو صرف ایک مرتبہ تحیۃ المسجد کافی ہے۔

مسئلہ: اگر وضو مسجد میں جاکر کریں اور تحیۃ الوضو پڑھیں تو پھر تحیۃ المسجد کے نفل پڑھنے کی ضرورت نہیں رہتی۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص مسجد میں جاتے ہی سُنتیں پڑھنے لگا یا جماعت میں شریک ہوگیا تو اُس کی تحیۃ المسجد اسی کے ضمن میں ادا ہوگئی۔ علیحدہ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

اشراق

اشراق کی نماز یہ ہوتی ہے کہ آدمی فجر کی نماز پڑھ کر اسی جگہ بیٹھا رہے اور ذکر وغیرہ میں مصروف رہے، دُنیا کا کوئی کام نہ کرے پھر سُورج نکلنے کے بیس یا پچیس منٹ بعد دو یا چار رکعتیں پڑھے۔

۶۔ حضرت انس رضؓ فرماتے ہیں کہ رُسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔

جس شخص نے فجر کی نماز جماعت میں شریک ہوکر پڑھی پھر سُورج نکلنے تک (وہیں) بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہا۔ پھر دو رکعتیں پڑھیں تو اس کے لیے ایک حج وعمرہ کی مانند ثواب ہوگا۔ (ترمذی ج ا ص ۱۳۰)

۷۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رُسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جو صُبح کی نماز سے فارغ ہوکر اپنی نماز کی جگہ پر بیٹھا رہا حتیٰ کہ اُس نے (سُورج نکلنے کے بعد) ضحیٰ (اشراق) کی دو رکعتیں پڑھیں اور اس اثناء میں سوائے نیک بات کے کوئی بات زبان پر نہ لایا تو اس کے گناہ بخشدیے جاتے ہیں اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ سے بھی زیادہ ہوں۔ (ابوداؤد شریف ج ا ص ۱۸۲)

۸۔ حضرت ابو درداءؓ اور حضرت ابوذر غفاری رضؓ فرماتے ہیں کہ رُسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نقل کیا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ـــــ کہ اے فرزند آدم تو دن کے ابتدائی حصّے میں چار رکعتیں میرے لیے پڑھ لیا کر میں دن کے آخری حصّے تک تجھے کفایت کروں گا۔ (ترمذی۔ ج ا ص ۱۰۸)

چاشت

چاشت کی نماز یہ ہوتی ہے کہ جب سُورج اچھی طرح نکل آئے اور اُس پر نگاہ نہ جم سکے تو اس وقت نوافل پڑھے جائیں جن کی کم از کم مقدار دو ۲ اور زیادہ سے زیادہ ۱۲ ہے۔

چاشت کے نوافل زوال کا وقت ہونے تک پڑھے جا سکتے ہیں۔

۹۔ حضرت ابوذر غفاری رضؓ فرماتے ہیں کہ رُسول اللہ صلّی اللہ علیہ نے فرمایا تم میں سے ہر شخص کے جوڑ جوڑ پر صبح کو صدقہ ہے۔ پس ایک دفعہ سُبحان اللہ کہنا بھی صدقہ ہے اور الحمد للہ کہنا بھی صدقہ ہے اور لا الہ الا اللہ کہنا بھی صدقہ ہے اور اللہ اکبر کہنا بھی صدقہ ہے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی صدقہ

ہے اور اس شکر کی ادائیگی کے لیے دو رکعتیں کافی ہیں جو آدمی چاشت کے وقت پڑھے۔

(مُسلم شریف ج ۱ ص ۲۵۰)

۱۰۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جس نے چاشت کی دو رکعتوں کا اہتمام کیا اس کے سارے گناہ بخش دیے جائیں گے۔ اگرچہ وہ سمندر کے جھاگوں کے برابر ہوں۔

(ترمذی شریف ج ۱ ص ۱۰۸)

۱۱۔ حضرت معاذہؓ عدویہ فرماتی ہیں کہ مَیں نے حضرت عائشہؓ سے پُوچھا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم چاشت کی کتنی رکعتیں پڑھتے تھے، آپ نے فرمایا چار رکعتیں پڑھتے تھے اور اس سے زیادہ بھی پڑھ لیتے تھے جتنی اللہ کی مرضی ہوتی۔ (مُسلم شریف ج ۱ ص ۲۴۹)

۱۲۔ حضرت اُمّ ہانیؓ فرماتی ہیں کہ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام فتح مکّہ کے دن اُن کے گھر تشریف لائے اور وہاں آپ نے غسل فرمایا اور آٹھ رکعتیں پڑھیں (اور ایسی ہلکی ومختصر پڑھیں کہ) مَیں نے کوئی نماز اس سے زیادہ ہلکی نہیں دیکھی، لیکن آپ رکوع وسجود پُوری طرح کرتے تھے ـــــــ اور اسی حدیث کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ یہ وقت چاشت کا تھا۔ (بخاری شریف ج ۲ ص ۶۱۴، ج ۱ ص ۱۴۹ و مُسلم شریف ج ۱ ص ۲۴۹)

۱۳۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جس نے چاشت کی ۱۲ رکعتیں پڑھیں اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنّت میں سونے کا محل بنائیں گے۔ (ترمذی شریف ج ۱ ص ۱۰۸)

اَوّابِیْن

مغرب کے فرض اور سنّتوں کے بعد جو نوافل پڑھے جاتے ہیں اُنہیں اَوّابِیْن کہتے ہیں اُن کی کم از کم تعداد ۶ اور زیادہ سے زیادہ ۲۰ ہے۔

۱۴۔ حضرت عمار بن یاسرؓ کے صاحبزادے محمّد بن عمّارؓ سے روایت ہے کہ مَیں نے اپنے والد ماجد عمّار بن یاسرؓ کو دیکھا کہ وہ مغرب کے بعد ۶ رکعتیں پڑھتے تھے اور بیان فرماتے تھے کہ جو مَیں نے اپنے حبیب صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھا کہ آپ مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ جو بندہ مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھے اس کے گناہ بخش دیے جائیں گے۔ اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔ (معارف الحدیث ج ۳ ص ۳۲۶ بحوالہ معجم طبرانی)

۱۵۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جس شخص نے مغرب کے بعد چھ رکعتیں اس طرح پڑھیں کہ اُن کے درمیان کوئی بیہودہ بات نہ کی تو وہ اُس کے لیے (ثواب میں)

بارہ برس کی (نفلی) عبادت کے برابر کر دی جائیں گی۔ (ترمذی شریف ج ۱ ص ۹۸)

۱۶۔ حضرت عائشہ رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے مغرب کے بعد بیس رکعتیں پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ اُس کے لیے جنّت میں گھر بنائیں گے۔ (ترمذی شریف ج ص ۹۸)

مسئلہ: مغرب کے فرضوں کے بعد ۲ رکعت سُنّت ۲ رکعت نفل پڑھ کر صرف ۲ رکعت نفل اور پڑھ لے تو اوّابین کی فضیلت حاصل ہو جاتی ہے۔

تہجّد نصف شب کے بعد سو کے اُٹھ کر جو نماز پڑھی جاتی ہے اُسے تہجّد کہتے ہیں اس کی کم از کم ۲ رکعتیں اور زیادہ سے زیادہ ۱۲ رکعتیں ہیں حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام عموماً آٹھ رکعت پڑھا کرتے تھے۔

۱۷۔ حضرت عمرو بن عبسہ رضؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ بندے سے سب سے زیادہ قریب رات کے آخری درمیانی حصّہ میں ہوتے ہیں، پس اگر تم سے ہو سکے کہ تم ان بندوں میں سے ہو جاؤ جو اس (مبارک) وقت میں اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو تم اُن میں سے ہو جاؤ۔

(ترمذی شریف ج ۱ ص)

۱۸۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ فرض نماز کے بعد سب سے افضل درمیان رات کی نماز ہے۔ (یعنی تہجّد) مُسلم شریف ج ۱ ص)

۱۹۔ حضرت ابوامامہ رضؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا تم ضرور پڑھا کرو تہجّد کیونکہ تم سے پہلے صالحین کا طریقہ اور شعار رہا ہے اور قُربِ الٰہی کا خاص وسیلہ ہے، اور وہ گناہوں کے بُرے اثرات کو مٹانے والی اور معاصی سے روکنے والی چیز ہے۔ (ترمذی شریف ج ۲ ص ۱۹۵)

۲۰۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ اللہ کی رحمت ہو اس بندے پر جو رات کو اُٹھا اور اُس نے نماز تہجد پڑھی اور اپنی بیوی کو بھی جگایا اور اس نے بھی نماز پڑھی اور اگر (نیند کے غلبہ کی وجہ سے) وہ نہیں اُٹھی تو اُس کے مُنہ پر پانی کا ہلکا سا چھینٹا دے کر اس کو بیدار کر دیا۔ اور اسی طرح اللہ کی رحمت ہو اُس بندی پر جو رات کو نماز تہجّد کے لیے اُٹھی اور اُس نے نماز ادا کی اور اپنے شوہر کو بھی جگایا۔ پھر اُس نے بھی اُٹھ کر نماز پڑھی اور اگر وہ نہ اُٹھا تو اس کے مُنہ پر پانی کا ہلکا چھینٹا دے کر اُٹھا دیا۔ (ابوداود ج ۱ ص ۱۸۵ نسائی ج ۱ ص ۱۸۳)

مسئلہ: تہجّد کی نماز پڑھنے کے لیے سونا شرط نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص ساری رات جاگتا رہے تو وہ بھی تہجّد پڑھ سکتا ہے۔

نمازِ توبہ اگر کسی سے کوئی گناہ دانستہ یا نادانستہ طور پر ہوجائے تو اُسے چاہیے کہ اچھی طرح وضو کرکے دو رکعت نماز نفل پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے کیے کی معافی مانگے اور آئندہ کے لیے اس کام سے سچّے دل سے توبہ کرے۔

۲۱۔ حضرت علی رضؓ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابوبکر رضؓ نے بیان فرمایا (جو بلاشُبہ صادق و صدیق ہیں) کہ مَیں نے رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے سُنا، آپ فرماتے تھے جس شخص سے کوئی گناہ ہوجائے، پھر وہ اُٹھ کر وضو کرے، پھر نماز پڑھے، پھر اللہ سے مغفرت اور معافی طلب کرے تو اللہ تعالیٰ اُس کو معاف فرما ہی دیتے ہیں۔ الحدیث۔ (ترمذی ج ۱ ص ۹۲ باب ماجاء فی الصّلاۃ عند التوبہ)

نمازِ حاجت جس کسی کو کسی بھی قسم کی حاجت درپیش ہو اسے چاہیے کہ اچھی طرح وضو کرکے دو رکعت نماز نفل پڑھ کر اللہ کی حمد و ثنا کرے اور حدیث میں مذکور دُعا مانگے، انشاء اللہ اُس کی وہ حاجت پُوری ہوگی۔

۲۲۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضؓ فرماتے ہیں کہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جس شخص کو کوئی حاجت اور ضرورت ہو اللہ سے متعلّق یا کسی آدمی سے متعلّق۔ اس کو چاہیے کہ وہ وضو کرے اور خُوب اچھّا وضو کرے، اس کے بعد دو رکعت نماز پڑھے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرے اور نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام پر دُرود بھیجے، پھر اللہ کے حضور میں اس طرح عرض کرے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَّالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ لِيْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا اِلَّا قَضَيْتَهَا يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ (ترمذی شریف ج ۱ ص ۱۰۸)

ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی مالک و معبود نہیں وہ بڑے حلم والا بڑا کریم ہے پاک اور مقدس ہے، عرش عظیم کا بھی رَبّ ہے مالک ہے۔ ساری حمد و ستائش اُس اللہ کے لیے ہے جو سارے

جہانوں کا رب ہے، اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ان اعمال اور ان اخلاق و احوال کا جو تیری رحمت کا موجب اور وسیلہ اور تیری مغفرت اور بخشش کا پکا ذریعہ بنیں اور تجھ سے طالب ہوں ہر نیکی سے فائدہ اٹھانے اور حصّہ لینے کا اور ہر گناہ اور معصیت سے سلامتی اور حفاظت کا خداوندا میرے سارے ہی گناہ بخش دے اور میری ہر فکر اور پریشانی دور کر دے اور میری ہر حاجت جس سے تو راضی ہو اس کو پورا فرما دے، اے ارحم الرّاحمین، اے سب مہربانوں سے زیادہ مہربان۔

نماز استخارہ

جب کسی شخص کو کوئی خاص اور اہم کام در پیش ہو، مثلاً شادی بیاہ سفر کاروبار وغیرہ اور وہ جاننا چاہے کہ یہ میرے لیے مناسب ہے یا نہیں تو اُسے چاہیے کہ رات کو سونے سے پہلے دو رکعت نفل نماز پڑھے، اس کے بعد خوب دل لگا کر دعاءِ استخارہ پڑھے اور پاک وصاف بستر پر قبلہ کی طرف مُنہ کر کے باوضو سو جائے جب سو کر اُٹھے اس وقت جو بات دل میں مضبوطی سے آئے وہی بہتر ہے اُسی کو کرنا چاہیے، اگر ایک دن میں کچھ معلوم نہ ہو اور دل کا خلجان اور تردد نہ جائے تو دوسرے دن پھر ایسا ہی کرے، اسی طرح سات دن تک کرے، انشاء اللہ تعالیٰ ضرور اس کام کی اچھائی بُرائی معلوم ہو جائے گی۔ استخارہ میں یہ ضروری نہیں ہے کہ خواب ہی میں کچھ نظر آئے اور اور اسی سے رہنمائی ہو، بلکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ آپ سے آپ اس کام کے کرنے کا جذبہ اور داعیہ دل میں بڑھ جاتا ہے، یا اس کے برعکس اس کی طرف سے دل بالکل ہٹ جاتا ہے۔ ایسی صورت میں ان دونوں کیفیتوں کو منجانب اللہ اور دعا کا نتیجہ سمجھنا چاہیے۔

دُعاءِ استخارہ

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَسْتَخِیْرُكَ بِعِلْمِكَ وَ اَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَآ اَقْدِرُ وَ تَعْلَمُ وَلَآ اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ۔ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَ مَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاقْدُرْهُ لِیْ وَیَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِكْ لِیْ فِیْهِ وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدِرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ كَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِهٖ۔ (بخاری شریف ج ۱ ص ۱۵۵)

یہ دعا پڑھتے ہوئے جن الفاظ پر لکیر کھنچی ہوئی ہے وہاں اپنے مطلوبہ کام کا دل میں خوب دھیان کرے۔

ترجمہ: اے میرے اللہ میں تجھ سے تیری صفت علم کے وسیلہ سے خیر اور بھلائی کی رہنمائی چاہتا ہوں اور تیری صفت قدرت کے ذریعے تجھ سے قدرت کا طالب ہوں اور تیرے عظیم فضل کی بھیک مانگتا ہوں، کیونکہ تو قادرِ مطلق ہے اور میں بالکل عاجز ہوں اور تو علیم کل ہے اور میں حقائق سے بالکل ناواقف ہوں اور تو سارے غیبوں سے بھی باخبر ہے، پس اے میرے اللہ اگر تیرے علم میں یہ کام میرے لیے بہتر ہو۔ میرے دین میری دُنیا اور میری آخرت کے لحاظ سے تو اس کو میرے لیے مقدّر کر دے اور آسان بھی فرما دے اور پھر اس میں میرے لیے برکت بھی دے، اور اگر تیرے علم میں یہ کام میرے لیے بُرا ہے، میرے دین، میری دُنیا اور میری آخرت کے لحاظ سے تو اس کام کو مجھ سے الگ رکھ اور مجھے اس سے روک دے اور میرے لیے خیر اور بھلائی کو مقدر فرما دے، وہ جہاں اور جس کام میں ہو پھر مجھے اس خیر والے کام کے ساتھ راضی اور مطمئن کر دے۔

صلوٰۃ التسبیح

۲۴۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے ایک دن اپنے چچا عباسؓ بن عبدالمطلب سے فرمایا: اے عباسؓ۔ اے میرے محترم چچا: کیا میں آپ کی خدمت میں ایک گرانقدر عطیہ، اور ایک قیمتی تحفہ پیش کروں؟ کیا میں آپ کو ایک خاص بات بتاؤں کیا میں آپ کے دس کام اور آپ کی دس خدمتیں کروں (یعنی آپ کو ایک ایسا عمل بتاؤں جس سے آپ کو دس عظیم الشان منفعتیں حاصل ہوں، وہ ایسا عمل ہے کہ) جب آپ اس کو کریں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کے سارے گناہ معاف فرما دیں گے، اگلے بھی اور پچھلے بھی پُرانے بھی اور نئے بھی، بھُول چُوک سے ہونے والے بھی اور دانستہ ہونے والے بھی، صغیرہ بھی اور کبیرہ بھی، ڈھکے چُھپے بھی اور علانیہ بھی (وہ عمل صلوٰۃ التسبیح ہے اور اُس کا طریقہ یہ ہے کہ آپ چار رکعت نماز پڑھیں اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور دوسری سورت پڑھیں پھر جب آپ پہلی رکعت میں قرائت سے فارغ ہو جائیں تو قیام ہی کی حالت میں پندرہ دفعہ کہیں سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الّا اللہ واللہ اکبر، پھر اس کے بعد رکوع کریں اور رکوع میں بھی یہی کلمہ دَس دفعہ پڑھیں، پھر رکوع سے اُٹھ کر قومہ میں بھی یہی کلمہ دس دفعہ کہیں، پھر سجدہ میں چلے جائیں اور اس میں بھی یہ کلمہ دس دفعہ کہیں پھر سجدے سے اُٹھ کر جلسہ میں یہی کلمہ دس دفعہ کہیں، پھر دوسرے سجدے میں بھی یہی کلمہ دس دفعہ کہیں، پھر دوسرے سجدے کے بعد بھی (کھڑے ہونے سے پہلے) یہ کلمہ دس دفعہ کہیں چاروں

رکعتیں اسی طرح پڑھیں اور اس ترتیب سے ہر رکعت میں یہ کلمہ پچھتر دفعہ کہیں ۔ (میرے چچا) اگر آپ سے ہو سکے تو روزانہ یہ نماز پڑھا کریں اور اگر روزانہ نہ پڑھ سکیں تو ہر جمعہ کے دن پڑھ لیا کریں اور اگر آپ یہ بھی نہ کر سکیں تو سال میں ایک دفعہ پڑھ لیا کریں اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو کم از کم زندگی میں ایک دفعہ ہی پڑھ لیں ، (ابوداود شریف ج ا ص ۱۸۳ ، ابن ماجہ ص ۱۰۰ ، ترمذی ج ا ص ۱۰۹)

مسئلہ : صلوٰۃ التسبیح کے دو طریقے ہیں ایک تو وہی جو حدیثِ بالا میں ذکر ہوا ، دوسرا طریقہ یہ ہے کہ سُبحانکَ اللّٰھم کے بعد الحمد للہ سے پہلے پندرہ مرتبہ یہ کلمات پڑھے پھر الحمد اور سورۃ کے بعد رکوع سے پہلے دس دفعہ یہ کلمات پڑھے ۔ پھر رکوع میں ۱۰ دفعہ ، پھر رکوع سے اُٹھ کر ۱۰ دفعہ ، پھر پہلے سجدہ میں ۱۰ دفعہ پھر سجدہ سے اُٹھ کر جلسہ میں ۱۰ دفعہ پھر دوسرے سجدہ میں ۱۰ دفعہ کہے اور دوسرا سجدہ کر کے دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے اور پہلی رکعت کی طرح بقیہ رکعات ادا کرے ۔ اس طرح یہ تسبیحات ہر رکعت میں ۷۵ دفعہ ہوں گی ، اس دوسرے طریقہ کے مطابق دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھ کر ان تسبیحات کو نہیں پڑھے گا ۔

مسئلہ : اس نماز کے لیے کوئی سورت متعین نہیں جونسی سورت دِل چاہے پڑھے ، مسئلہ : ان تسبیحات کو زبان سے ہرگز نہ گنے ، ورنہ نماز ٹوٹ جائے گی ۔ اُنگلیوں کو بند کر کے گننا اور تسبیح ہاتھ میں لے کر اُس پر گننا جائز ہے ، مگر مکروہ ہے ۔ بہتر یہ ہے کہ اُنگلیاں جس طرح اپنی جگہ پر رکھی ہیں ویسی ہی رہیں اور ہر کلمہ پہ ایک ایک اُنگلی کو اسی جگہ دباتا رہے ، مسئلہ : اگر کسی جگہ تسبیح پڑھنا بھول جائے تو دوسرے رکن میں اس کو پُورا کرے ، البتہ بھولے ہوئے کی قضا ، رکوع سے اُٹھ کر اور دونوں سجدوں کے درمیان نہ کرے ۔ مسئلہ : اگر کسی وجہ سے سجدہ سہو کرنا پڑے تو اس میں یہ تسبیح نہیں پڑھی جائے گی ۔

مسئلہ : صلوٰۃ التسبیح کی نماز انفرادی طور پہ پڑھنی چاہیے ۔ صلوٰۃ التسبیح چونکہ نفلی نماز ہے اس لیے اس کی جماعت کروانا مکروہ تحریمی ہے ، اگر اس کی جماعت صحیح ہوتی تو پھر یا تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم خود جماعت کرواتے یا صحابہ و تابعین وغیرہ کرواتے ، لیکن ان میں سے کسی سے بھی صلوٰۃ التسبیح کی جماعت کرانا ثابت نہیں ، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں کو سکھانے کے لیے جماعت کرواتے ہیں اُن کا یہ کہنا غلط ہے لوگوں کو اکٹھا کر کے نماز کے بغیر ہی ان سب کو طریقہ بتلا دیا جائے ۔ پھر یہ سب انفرادی طور پر پڑھیں ورنہ بجائے ثواب کے گناہ ہی ہوگا ۔

مسئلہ : ان تمام نفلی نمازوں کو درج ذیل اوقات میں پڑھنا جائز نہیں ۔ ا ۔ صُبح صادق کے بعد

(باقی صفحہ ۵۶ پہ)

حضرت مولانا محمدؒ سعید الرّحمٰن علوی صاحب

"انوارِ مدنیہ"

دیکھ کر

۲۹ - ۳۰ دسمبر کی درمیانی سب عشاء کی نماز کے کافی دیر بعد فون کی گھنٹی بجی۔ ریسیور اٹھایا تو جامعہ مدنیہ کے نائب مہتمم عزیزی مولوی سیّد محمود میاں سلمہ اللہ تعالیٰ لائن پر تھے۔ انہوں نے بتلایا کہ لندن سے مولانا محمدؒ عیسیٰ منصوری آئے ہیں، تم سے ملنے کے خواہش مند ہیں۔ مَیں نے مہمان کے احترام کا لحاظ کرتے ہوئے اگلی صبح جامعہ میں حاضری کا وعدہ کر لیا، چنانچہ اگلی صبح محبؒ گرامی مولانا قاری محمدؒ عبد القیوم صاحب سمیت جامعہ میں حاضری دی۔ داخل ہوتے ہی دفتر کے کمرہ میں میرے پرانے عزیز دوست مولوی شیر محمدؒ نظر آئے، جو استاذی مولانا محمدؒ اسمٰعیل رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد و ارادت مند ہیں اور ایک عرصہ سے جامعہ مدنیہ میں مقیم۔ ان کے ذریعہ عزیزی محمود میاں سے رابطہ ہوا، اور پھر انہوں نے مولانا شیر محمدؒ کی معیت میں معزّز مہمان کے یہاں بھجوایا۔ مولانا منصوری علاقہ گجرات (ہندوستان) کے رہنے والے بہت متحرک عالم ہیں ایک عرصہ سے لندن میں مقیم۔ لندن سے شائع ہونے والے روزنامہ جنگ کے ایڈیشن میں اُن کے اکثر مضامین نکلتے ہیں۔ مولانا محمدؒ منظور نعمانی زید مجدہم کے جواں ہمّت اور قابلِ احترام فرزند مولانا عتیق الرّحمٰن کا انہوں نے سلام پہنچایا۔ بے حد خوشی و مسرّت ہوئی۔ میرے اُستاذ زادہ محترم مولانا زاہد الراشدی جو پاکستان کی "دینی سیاست" میں ایک عرصہ فعال و متحرک رہ کر اب لندن سدھار چکے ہیں اُن سے مولانا عیسیٰ کا بہت تعلّق ہے۔ چونکہ زاہد صاحب مختلف انداز کی اسکیمیں بنانے میں مہارت تامہ رکھتے ہیں اس لیے ان ہر دو حضرات نے اب عالمی سطح پر خدمتِ اسلام کا بیڑہ اٹھایا ہے پاکستان و ہندوستان کے اہلِ علم و دین کا المیہ یہ ہے کہ وہ جگر مرحوم کے بقول "فریب آگہی" کے سبب سارے جہان کی فکر میں ہیں، نہیں فکر تو اپنے گھر کی۔ ایک ذمّہ دار صحافی کے بقول جو پچھلے دنوں انڈیا سے

پاکستان آئے اور جو انڈیا کے معروف انگریزی اخبار "ٹریبون" سے وابستہ ہیں، اس وقت ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد ۲۶ کروڑ ہے۔ انہوں نے اس پر اصرار کیا اور کہا کہ وہ اس کے دستاویزی ثبوت پیش کرسکتے ہیں، لیکن مشکل یہ ہے کہ یہ ۲۶ کروڑ ایک بھیڑ کی مانند ہیں، اجتماعیت و قیادت کا فقدان اسی طرح وہاں ہے جس طرح یہاں۔ نتیجہ واضح ہے کہ مولانا ابوالکلام آزاد کے بقول وہاں اُن کی جان محفوظ نہیں، یہاں ایمان غیر محفوظ، لیکن اُدھر اور اِدھر سے ہر شخص کی خواہش یہ ہے کہ وہ لندن کی یاترا کرے، بقول کسے "اللہ کی شان" دیکھے، لیکن یہ سارے معاملات دعوت و تبلیغ کے نام پر ہوتے ہیں اور اکثریت کا حال یہ ہے کہ انہیں اس معاشرے کی نفسیات کا علم ہے نہ زبان سے آگاہی، تاریخ سے خبر ہے نہ جغرافیہ سے، لیکن . . . اور نتائج جو ہیں وہ سامنے ہیں ــــ خیر ایک معزز مہمان تھے، اُن کی باتیں ہم نے سُنیں۔ جس کمرہ میں ملاقات ہوئی۔ اس کمرہ میں بارہا بیٹھنے کا اتفاق ہوا، لیکن اَب کے جو بیٹھے تو طبیعت پر ایک بوجھ رہا، کیونکہ میر مجلس کبھی یہاں مولانا السید حامد میاں قدس سرہ ہوتے، اَب وہ نہ تھے۔ یاد آئے اور بہت اور میں معزز مہمان کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے برابر آں مرحوم کے خیال میں مگن رہا۔

مولانا مرحوم انتہائی زیرک، دانش مند اور سلیقہ شعار انسان تھے۔ ہر چند کہ آخری سالوں میں بوجوہ وہ مدرسہ کی چار دیواری میں محبوس ہو کر رہ گئے، لیکن قدرت کے بخشے ہوئے ذہن رسا سے اندر بیٹھ کر بھی اُنہوں نے بڑا کام کیا۔

مولانا کو سر گونہ بلند نسبتیں حاصل تھیں۔ وہ فرزند تھے مولانا سیّد محمدّ میاں رحمہ اللہ تعالیٰ کے جو شاگرد تھے امام العصر السیّد محمدّ انور شاہ کشمیری قدس سرہ کے اور اکابرین جمیعۃ علماء ہند کی صف میں نمایاں مقام کے حامل۔ چونکہ دیوبند کی علمی فضا میں پیدا ہوئے، پلے بڑھے اس لیے علم وفن کی ہر شاخ میں انہیں کامل دستگاہ حاصل تھی۔ اُنہوں نے مدرسہ شاہی مراد آباد سے جامعہ امینیہ دہلی تک جو علمی و تدریسی خدمت سرانجام دی وہ بلاشبہ ایک کارنامہ ہے، لیکن میرے نزدیک اُن کا اصل کارنامہ اُن کی وہ تحریری خدمت ہے جو علماء اور جمیعۃ علماء کے حوالہ سے اُنہوں نے لکھیں اور تمام ریکارڈ محفوظ کر دیا ــــ مولانا سیّد حامد میاں انہی عظیم عالم کے فرزند تھے اور بلاشبہ "الولد سر لابیہ" کے مصداق۔ اُنہیں دوسری نسبت حاصل تھی مولانا عبدالحق مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ سے۔ جو عالم بے بدل ہونے

کے ساتھ ساتھ ایک انتہائی زیرک و مدبّر سیاستدان بھی تھے۔ مدرسہ شاہی مراد آباد سے لے کر جمعیۃ علماء ہند کے سٹیج تک اُن کی خدمات کا وسیع دائرہ ہے۔ ہر جگہ وہ ایک مدبّر اور منتظم کے طور پر نظر آتے ہیں۔ السیّد حامد میاں کو اُن سے گہری نسبت تھی کہ عزیزی سیّد رشید میاں سلمہٗ مہتمم جامعہ مدنیہ کی والدہ ماجدہ اور مولانا سیّد حامد میاں کی پہلی اہلیہ انہی مولانا عبدالحق کی لڑکی ہیں۔

سیّد صاحب کو تیسری نسبت حاصل تھی حضرت شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ سے ــــ سیّد صاحب شیخ مدنی کے شاگرد ہی نہیں، سلوک و طریقت میں مجاز بھی تھے۔ اور مولانا مدنی کی اُن پر بڑی توجہ تھی جس کا اندازہ ان مکاتیبِ گرامی سے ہو سکتا ہے۔ جو "مکتوبات شیخ الاسلام" میں مولانا حامد میاں کے نام ہیں۔ حضرت الشیخ کے فرزند گرامی مُرشدنا سیّد اسعد مدنی زید مجدہم سے مولانا سیّد حامد میاں کا جو بے تکلّفی کا تعلّق تھا۔ اُسے ہم نے بہت عرصہ بچشم سر دیکھا۔ مولانا اسعد جب پاکستان تشریف لاتے، مولانا ہی کے مہمان ہوتے اور عقیدت مند جہاں اُنہیں لے جانا چاہتے، اس کے لیے مولانا سیّد حامد میاں سے رابطہ کرنا پڑتا۔ مولانا ملک کی تقسیم کے بعد جلد ہی پاکستان آ گئے۔ گو کہ اُن کے سبھی بزرگ اور اکثر عزیز ہندوستان ہی رہے۔ یہاں اُنہوں نے ابتدا ہی سے لاہور کو اپنا مسکن بنایا۔ جامعہ اشرفیہ لاہور سے تدریس کا تعلق بھی چندے رہا۔ بعد میں جامعہ مدنیہ کی داغ بیل ڈالی۔

انارکلی کے دائیں بائیں مُسلم مسجد اور مکّی مسجد ایک زمانہ میں ان کی سرگرمیوں کا مرکز تھیں۔ لگ بھگ ۲۶-۲۷ برس قبل احقر کی اُن سے پہلی ملاقات مُسلم مسجد کے حجرہ میں ہُوئی۔ اُس زمانہ میں احقر کا اوڑھنا بچھونا جمعیۃ علماء اسلام تھی۔ اس کے بعض پروگراموں کے لیے لاہور آنا ہوا۔ یہاں بعض علماء سے ملا سب سے زیادہ اُنہوں نے اپنی محبّت سے نوازا۔

۱۹۷۴ء میں لاہور مستقل آ گیا چونکہ ۱۹۷۰ء میں بیعت کا تعلّق مولانا اسعد زید مجدہم سے قائم کر چکا تھا اس لیے مولانا سیّد حامد میاں سے ایک خاص ربط و ضبط رہا۔ اسی دوران لاہور میں احقر نے اپنے شوق و اشتیاق سے لارنس باغ میں مولانا سیّد اسعد کے لیے ایک استقبالیہ کا اہتمام کیا اس ضمن میں مولانا عبیداللہ انور اور مولانا سیّد حامد میاں نے میری بہت سرپرستی کی۔ لگ بھگ ۱۱ سو مہمان تھے اور ایسے جن کا تعلّق یونیورسٹیز، کالجز، اخبارات وغیرہ سے تھا۔ برادر عزیز منظور جاوید حال روزنامہ جنگ راولپنڈی واحد دوست تھے۔ جنہوں نے بھاگ دوڑ میں میرا پُورا ساتھ دیا۔ برادر عزیز سیّد رشید

میاں کی رہنمائی سے محترم ڈاکٹر سیّد افتخار صاحب کا سہارا لے کر ہم مولانا سیّد حامد میاں کو بھی لارنس باغ لے گئے۔ حالانکہ وہ اس زمانہ میں مدرسہ سے کہیں آنا جانا بالکل ترک فرما چکے تھے۔ اُن کا سانحۂ ارتحال اچانک پیش آیا۔ جونہی احقر کو علم ہُوا تو جامعہ پہنچا۔ قاضی حسین احمد اور مولانا فضل الرحمٰن سمیت بہت سے لوگ پہنچ چکے تھے۔ وہی کمرہ جس میں ہم مولانا کے پاس رات گئے تک حاضر رہتے، اسی کی سوگوار فضا میں بیٹھ کر مَیں نے اخبارات اور ٹی وی، ریڈیو کے لیے خبر ترتیب دی۔ جو اخبارات میں اسی انداز سے چھپی اور اس کا خلاصہ ٹی وی سے نشر ہُوا۔ اگلے دن جمعہ تھا۔ یُونیورسٹی گراؤنڈ میں حضرت المخدوم مولانا خان محمدؒ کی امامت میں جنازہ ہُوا اور مولانا کو میانی صاحب کے قبرستان میں دفن کر دیا گیا۔ ع سدا رہے نام اللہ کا۔

اُن کے بعد اُن کے فرزندوں عزیزان سیّد رشید میاں اور سیّد محمود میاں کے کمال درجہ ہمّت و استقامت اور باہمی محبّت و تعلّق سے اپنے عظیم والد کے ادارے کو سنبھالا اور الحمد اللہ تعالیٰ کہ ادارہ برابر مصروف عمل ہے۔

مولانا قدس سرہٗ نے اپنی حیات مبارکہ میں "انوار مدینہ" کے نام سے ایک ماہا نہ جاری کیا جو کئی سال چلا۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح کے ذوقِ سلیم سے اُنہیں نوازا تھا، پرچہ اس کا مظہر تھا۔ ظاہری و معنوی اعتبار سے بہت شاندار، لیکن افسوس کہ پھر وہ بند ہو گیا۔ ان کی وفات کے بعد بھی یہی سلسلہ رہا۔ اب جو اگلے دن مولانا عیسٰی کو ملنے گیا تو واپسی پر ایک عزیز نے جو مدرسہ سے متعلّق ہیں، "انوار مدینہ" کا ایک ایک شمارہ میرے اور محترم قاری عبدالقیوم صاحب کے ہاتھ تھما دیا۔ اشاعت جدید کی پہلی جلد کا یہ تیسرا شمارہ تھا جس پر جمادی الثانیہ ۱۳ھ اور دسمبر ۱۹۹۲ء کا مہینہ مندرج تھا۔ اس عزیز نے میری درخواست پر ابتدائی دو شمارے بھی منگوا دیے۔ یُوں مجھے اندازہ ہُوا کہ ربیع الثانی ۱۴۱۳ھ مطابق اکتوبر ۱۹۹۲ء سے "انوار مدینہ" کی اشاعتِ نو کا آغاز ہو گیا ہے۔ بہت خوشی ہُوئی اور دل سے دُعائیں نکلیں۔

سَرپرست کے طور پر عزیزی سیّد رشید میاں کا نام درج ہے کہ وہی آج کل ادارہ کے مہتمم ہیں۔ تو مدیر کے طور پر عزیزی سیّد محمود میاں کا نام جو ادارہ کے نائب مہتمم بھی ہیں۔ رسالہ کے ظاہری محاسن دیکھ کر سابقہ دَور یاد آ گیا اور گھر آ کر وَرَق گردانی کی تو خوشی ہُوئی کہ صوری اور معنوی محاسن بھی ماشاءاللہ تعالیٰ ماضی کی یاد دلا رہے تھے۔ چلتے چلتے چونکہ مجھ سے کسی تحریر کی فرمائش ہُوئی تھی اس لیے مَیں نے فی الوقت اسی پر اکتفا کیا جو آپ کے سامنے ہے۔ ایمانداری کی بات یہ ہے کہ میرے لیے "انوار مدینہ" کی

اشاعت نو کی خبر بڑی خوشگوار اور حیرت زا ہے اور مَیں دل کی گہرائیوں کے ساتھ اپنے ان عزیزوں کو مبارک باد پیش کرتا ہُوں اور دُعا گو ہُوں کہ

؎ تم زندہ رہو ہزار برس ہر برس کے دن ہوں پچاس ہزار

آج کا دَور فی الحقیقت تحریر کا دَور ہے، صحافت کا زمانہ ہے حتّٰی کہ صحافت سٹیٹ کا چوتھا ستون قرار دیا جا چکا ہے اور اس میں شک بھی نہیں ـــــ صحافت ایک بڑی طاقت ہے اور صحافی کا قلم تلوار سے کہیں زیادہ کاٹ دار ہے۔ صحافت نے انسانی تاریخ پر گہرے اثرات مرتّب کیے ہیں۔ برِّ عظیم پاک و ہند کی تاریخ آزادی میں صحافت کا جو رول تھا اس کا ایک زمانہ معترف ہے۔

ہمارے جواں سال ابو الکلام نے "الہلال" کے ذریعہ جس صحافت کا آغاز کیا اُسے وقت کے عمائدین نے سب سے بڑھ کر خراج تحسین پیش کیا۔ اسلامیانِ ہند ہی نہیں، اسلامیانِ عالم بلکہ پُوری دُنیا کے مظلوم و مجبور انسانوں کی آزادی کے غم میں گھلنے والے بزرگ عالم شیخ الہند مولانا محمود حسن نے جن کی اسارت مالٹا سے رہائی کی کمیٹی میں گاندھی سے جناح تک سبھی شامل تھے، ابو الکلام کے پرچے کو دیکھ کر ہی فرمایا تھا کہ "اس نوجوان نے ہمیں بھولا ہُوا سبق یاد دلایا۔"

تقسیم ملک کے بعد با مقصد صحافت کا یہاں سے جنازہ اُٹھ گیا۔ مفاد پرست عناصر جنہیں پاکستان عدلیہ کے ایک فاضل رُکن کے بقول جیل میں ہونا چاہیے تھا۔ صحافی اور مالکان اخبار بن گئے ان یارانِ سرپل نے صحافت کو دولت کی فراوانی کا ذریعہ بنا لیا اور اخلاق و کردار کی اعلیٰ روایات کی اس طرح مٹی پلید کی کہ الامان۔ آج مارکیٹ میں صحافت کے نام پر جو کچھ ہمیں پڑھنے کو ملتا ہے، اس سے روحانی کینسر تو ہو سکتا ہے اور کچھ نہیں۔ ان حالات میں زندگی کی حقیقت کا شعور رکھنے والے بزرگوں اور نوجوانوں کا سامنے آنا اور اس راہ سے ملک و قوم کی خدمت کا بیڑہ اُٹھانا بڑے دل گُردے کا کام ہے اور ایسے لوگ مستحق تبریک ہوتے ہیں۔

میری خواہش ہے اور دُعا کہ یہ رسالہ سرکار مدینہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی پاکیزہ تعلیمات اور آپ کی سیرتِ مُبارکہ کے "انوار" دُنیا میں پھیلانے کا باعث بنے۔ مولانا سیّد حامد میاں کی علمی مجالس کے کیسٹ محفوظ ہیں، اس کا پڑھ کر بہت خوشی ہُوئی۔ ضرورت ہے کہ ان کیسٹوں سے مولانا کے علمی نکات مرتّب کر کے مسلسل شائع کیے جائیں۔ اس کے ساتھ ہی مدارس کی اصلاح و ترقّی کے حوالہ سے ایک

سلسلہ شروع کیا جائے تو ہم سب پر احسان ہوگا۔ اس حوالہ سے نصاب کی اصلاح و تجدید سمیت جملہ موضوعات پر اربابِ علم و دانش سے رابطہ کر کے اُنہیں لکھنے کی دعوت دی جائے۔ یقیناً یہ راہ مُشکل ہے اور روایت پرست طبقات کی طرف سے مخالفت بھی ہوگی، لیکن مولانا مدنی قدس سرہٗ سے لے کر مولانا حامد میاں مرحوم و مغفور تک جیسے حضرات کی اس سلسلہ میں جو رائے تھی اُس سے وہ سب حضرات واقف ہیں جنہیں کبھی ان حضرات کی مجالس میں بیٹھنے کا اتّفاق ہُوا۔ اس رویّہ سے مقصد مدارس پر تنقید یا اُن کی خدمات کا مُنہ چڑانا نہیں بلکہ رُوحِ عصر کے مطابق اُنہیں زیادہ وقیع اور مؤثّر بنانا ہے۔ آج ہمیں ایسے صالح اور متدین اہلِ علم کی ضرورت ہے جو وقت کے چیلنج کا سامنا کر سکیں اور دینِ اسلام کی ابدی صداقتوں کا پرچم بلند کر سکیں، اس کے لیے اگر نصاب میں تبدیلی کرنا پڑے اور ضرور ایسا کرنا پڑ گیا اور نظم و انتظام کی اصلاح کرنا پڑے تو یہ عین سعادت ہے۔

مجھے اُمّید ہے کہ مولانا مرحوم جیسے روشن ضمیر عالم کے وارث ہونے کے ناطہ اُن کے فرزند اور متعلقین ان زندہ مسائل کو اپنی توجہات کا مرکز بنائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

بقیہ : درسِ حدیث

تھے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت ہُوئی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا اُٹھو یہ شب قدر ہے غسل کرو۔ وہ اُٹھے غُسل کیا اُنہوں نے، اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ ساعت اجابت بھی آنے والی ہے اس کی تیّاری کرو۔ اتنے پہلے وقت بتلایا گیا کہ یہ اپنے پیمانے سے اپنی عادت کے مطابق دونوں کام کرسکیں، اُٹھ بھی سکیں غسل بھی کرسکیں اور کپڑے بدل سکیں۔ یعنی تیّاری مکمّل کرسکیں پھر وہ وقت آیا (ساعت قبولیت) تو اس میں اُنہوں نے جو اپنے وجوانیات ہوتے ہیں یا مکشوفات کشف جسے کہا جائے، مشہودات مشاہدات جنہیں کہا جائے جو کچھ ہُوا یہ اُن کی بہت بڑی چیزیں تھیں جو اللہ تعالیٰ نے اُن کو آسان فرما کر عطا فرمائیں۔ باقی اور بہت واقعات ہیں... علماء کے قصّے علیحدہ ہیں، بلاشُبہ کوئی وقت گزرتا ضرور ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ انعامات بھی رکھے ہیں۔ یہ نعمتیں بھی ہیں اور اللہ ہی اُنہیں نصیب فرماتا ہے۔

دُعا کی جائے تو اللہ تعالیٰ ایسا کر دیں گے کہ وہ (ساعت) نصیب ہوجائے مگر یہ بھی ہو کہ اللہ تعالیٰ وہاں بہترین دُعا مانگنے کی توفیق بھی دے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے۔ تقصیرات کو معاف فرمائے اور قبولیت سے اپنی بارگاہ میں نوازے۔ اللّٰھم لك الحمد والشکر لا احصی ثناء علیك انت کما اثنیت علی نفسك دعاء...

○

سرورؔ میواتی

ماهنامه
انوارِ مدینه
لاهور

اشاعتِ نو

امام المبلغین حضرت مولانا محمدؒ الیاس دہلوی رحمہ اللہ کے فیض یافتہ معروف بزرگ شاعر حضرت سرورؔ میواتی صاحب مدظلہٗ نے درج ذیل نظم ماہنامہ "انوارِ مدینہ" لاہور دورِ ثالث کے اوّلین شمارہ کے لیے لکھی تھی مگر افسوس کہ یہ نظم شائع نہ ہو سکی، اب موصوف نے اس کی ایک اور نقل عنایت فرمائی ہے، جسے ہم آپکے دلی شکریہ کے ساتھ نذرِ قارئین کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

جامعہ مدنیہ لاہور کا اِک ترجماں ۔۔۔ تھا جو اپنی نوع کا اِک ماہنامہ بیگماں
سرپرستی اس کی فرماتے تھے ذوقِ قلب سے ۔۔۔ جامعہ کے شیخِ اعلیٰ حضرتِ حامد میاںؒ
حُسن و خُوبی کا تھا اِس کی ہر مُسلماں مُعترف ۔۔۔ شُستۂ و نادر مضامین، دِلرُبا طرزِ بیاں
پُوری سج دھج اور حُسنِ معنوی کے باوجود
ماہنامہ ہوگیا یکدم نگاہوں سے نہاں

پھر بحمداللہ انوارِ مدینہ کا طلوع ۔۔۔ ہو رہا ہے جامعہ کے مطلعِ انوار سے
شیخِ کامل حضرتِ حامد میاں کی یاد میں ۔۔۔ نور افگن ہو رہا ہے پھر پسِ دیوار سے
ہو رہا ہے جلوہ فرما پھر نرالی شان سے ۔۔۔ قیمتی اس کے مضامین ہیں دُرِ شہسوار سے
اس کی موجودہ اعانت اور ادارت خُوب ہے
ماہنامہ کیا ہے سرورؔ تحفۂ مرغوب ہے

مولانا نعیم الدین صاحب
فاضل و مدرس جامعہ مدنیہ

حاصلِ مُطالعہ

رمضان المبارک اور قرآنِ پاک

محترم قارئین رمضان المبارک اور قرآنِ پاک دونوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ ۱۔ رمضان المبارک میں قرآنِ پاک نازل ہوا۔ ۲۔ رمضان المبارک میں تراویح کے اندر ایک بار پورا قرآن کریم ختم کرنا سُنّت قرار دیا گیا، ۳۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام رمضان المبارک میں جبریلِ امین سے قرآنِ پاک کا دَور فرماتے تھے۔ ۴۔ روزۂ رمضان اور قرآن دونوں اللہ تعالیٰ کے حضور میں بندہ کی سفارش کریں گے[۱]

اعجازِ قرآنی کے دو پہلو

رمضان اور قرآن کی اس مناسبت سے ان صفحات میں ہم اعجازِ قرآنی کے دو پہلو ذکر کرینگے۔ (۱) جس کثرت کے ساتھ قرآنِ مجید کی تلاوت کی جاتی ہے، دُنیا کی کوئی کتاب اس کثرت کے ساتھ نہیں پڑھی جاتی۔ (۲) اس کا یاد کرنا جتنا آسان ہے اور جتنی جلدی یہ یاد ہوجاتا ہے۔ دُنیا کی کسی کتاب کا یاد کرنا اتنا آسان نہیں اور اور نہ ہی کوئی دوسری کتاب اتنی جلدی یاد ہوتی ہے۔ تاریخ کے حوالے سے چند واقعات ذکر کیے جاتے ہیں۔ جن سے اعجازِ قرآنی کے یہ دونوں پہلو نکھر کر سامنے آتے ہیں۔

---

[۱] حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا روزہ اور قرآن بندے کی سفارش کریں گے، روزہ کہے گا، پروردگار میں نے اس بندے کو دن میں کھانے (پینے) اور شہوتوں کے پورا کرنے سے روکے رکھا تھا لہٰذا اس کے حق میں میری سفارش قبول فرمالیجیے، قرآنِ پاک کہے گا کہ میں نے اسے رات سونے سے روکے رکھا لہٰذا اس کے حق میں میری سفارش قبول فرمالیجیے، چنانچہ دونوں کی سفارش قبول کرلی جائے گی۔ (شعب الایمان بحوالہ مشکوٰۃ ص ۱۷۳)

① حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہر رات ایک قرآنِ پاک ختم کیا کرتے تھے۔[1]

عثمان بن عبدالرحمٰن تیمی کہتے ہیں کہ میرے والد نے مجھ سے کہا آج رات میں مقام (ابراہیمی) پر غالب رہوں گا، چنانچہ میں عشاء کی نماز پڑھ کر مقام (ابراہیمی) پہنچا، میں وہاں کھڑا تھا کہ اتنے میں ایک شخص نے میری پیٹھ پر ہاتھ رکھا، کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں۔ اُنہوں الحمد شروع کی پھر پڑھتے رہے یہاں تک کہ پُورا قرآن پاک ختم کر دیا، پھر رکوع اور سجدہ کیا۔[2]

② حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ دن میں آٹھ قرآن پاک ختم کر لیتے تھے۔[3]

③ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ایک رات میں تمام قرآن شریف پُورا فرما لیا کرتے تھے۔[4]

④ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ ایک رکعت میں پُورا قرآن پاک ختم کر لیتے تھے۔[5]

⑤ السیّد الجلیل ابن الکاتب الصوفی رحمہ اللہ دن و رات میں آٹھ قرآن پاک ختم کر لیتے تھے۔ چار دن میں اور چار رات میں۔[6]

⑥ حضرت منصور بن زاذان بن عباد تابعی رحمہ اللہ ہر روز ظہر اور عصر کے درمیان ایک قرآنِ پاک ختم کر لیا کرتے تھے۔ کبھی مغرب و عشاء کے درمیان بھی ختم کر لیتے تھے۔ رمضان المبارک میں مغرب و عشاء کے درمیان دو قرآنِ پاک ختم کر لیتے تھے۔[7]

⑦ حضرت ثابت بن اسلم بُنانی رحمہ اللہ متوفی ۱۲۷ھ دن و رات میں ایک قرآنِ پاک ختم کرتے تھے۔[8]

⑧ حضرت اسود بن یزید رحمہ اللہ رمضان المبارک میں دو راتوں میں ایک قرآنِ پاک ختم کرتے تھے۔[9]

⑨ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے کعبۃ اللہ میں ایک رکعت میں پُورا قرآنِ پاک ختم کیا، آپ کا معمول ہر دو راتوں میں ایک قرآنِ پاک ختم کرنے کا تھا۔[10]

⑩ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے چالیس سال عشاء کے وضوء سے فجر کی نماز پڑھی اور ہر شب ایک قرآنِ پاک ختم کرتے تھے، [11] رمضان المبارک میں آپ ۶۱ قرآنِ پاک ختم کرتے تھے ایک دن میں ایک رات میں اور ایک تراویح میں۔[12] مروی ہے کہ آپ نے سات ہزار مرتبہ قرآنِ پاک ختم کیا۔[13]

---

[1] اقامۃ الحجۃ علی ان الاکثار فی التعبد لیس ببدعۃ ص۱۸ [2] اقامۃ الحجۃ ص۱۸ [3] اقامۃ الحجۃ ص۱۹ [4] فضائلِ قرآن شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ ص۳۴ [5] اقامۃ الحجۃ ص۱۹ [6] الاذکار للامام النووی ص۹۵ [7] الاذکار للامام النووی ص۹۵ [8] اقامۃ الحجۃ ص۲۱ [9] اقامۃ الحجۃ ص۲۰ [10] اقامۃ الحجۃ ص۲۲ [11] سیر اعلام النبلاء ج۶ ص۳۹۹ [12] الخیرات الحسان ص۸۰ [13] سیر اعلام النبلاء ج۶ ص۴۰۰

(۱۱) حضرت امام شافعی رحمہ اللہ رمضان المبارک میں ۶۱ قرآن پاک ختم کرتے تھے ایک دن میں ایک رات میں اور ایک تراویح میں۔[۱]

(۱۲) سلیم بن عتر جو بڑے تابعین میں شمار کیے جاتے ہیں حضرت عمرؓ کے زمانے میں فتح مصر میں شریک تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے قصص کا امیر اُن کو بنایا تھا ان کا معمول تھا کہ ہر شب میں تین ختم قرآن شریف کے کرتے تھے۔[۲]

(۱۳) حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ

"۲۵ سال تک عراق کے جنگلوں اور ویرانوں کی خاک بیزی اس طرح کرتا رہا کہ نہ مجھے کوئی جانتا تھا، اور نہ میں کسی کو، چالیس سال تک نمازِ فجر عشاء کے وضو سے ادا کرتا رہا اور پندرہ سال تک ایک رات میں پورا قرآنِ کریم نماز میں ختم کرتا رہا اور تین دن سے چالیس دن ایسا بھی وقت آتا رہا کہ نہ کھانے کو کچھ ملتا تھا اور نہ آرام اور نیند ہی نصیب ہوتی۔"[۳]

(۱۴) حضرت عبداللہ بن ادریس رحمہ اللہ کی وفات کا وقت آیا تو آپ کی صاحبزادی رونے لگیں، آپ نے فرمایا رو نہیں، میں نے اس گھر میں چار ہزار قرآنِ پاک ختم کیے ہیں۔[۴]

(۱۵) حضرت ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ کے صاحبزادے ابراہیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ والد صاحب نے فرمایا:

"تمہارے والد نے کبھی بے حیائی نہیں کی اور تیس سال تک ہر روز ایک قرآنِ پاک ختم کیا ہے، فرمایا بیٹا اس کمرے میں خدا کی نافرمانی نہ کرنا، میں نے اس میں بارہ ہزار مرتبہ قرآنِ پاک ختم کیا ہے، جب آپ کی وفات کا وقت قریب ہوا تو صاحبزادی صاحبہ رونے لگیں، فرمایا رو نہیں کیا تمہیں یہ اندیشہ ہے کہ خدا مجھے عذاب دے گا، حالانکہ میں نے اس گوشہ میں چوبیس ہزار مرتبہ قرآنِ پاک ختم کیا ہے۔"[۵]

(۱۶) محب الدین محمد بن ابی بکر ہندیؒ حنفی متوفی ۷۸۹ھ ہر روز ایک عمرہ کرتے تھے اور ایک قرآنِ پاک ختم کرتے تھے۔[۶]

۱؎ فضائلِ رمضان ص۳۹ ۲؎ فضائلِ قرآن ص۴۲ ۳؎ مختصر سوانح لمحۃ فیوض یزدانی مترجم طبع مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی۔ ۴؎ نووی شرح مسلم ج ۱ ص۱۰ ۵؎ نووی شرح مسلم ج ۱ ص۱۰ ۶؎ شذرات الذہب ج ۶ ص۳۱۰

(۱۷) شمس الدّین بن احمد بن عثمان بن عمر ترکستانی متوفیٰ ۷۸۸ھ فجر کی نماز سے لے کر عصر کی نماز تک پانچ قرآنِ پاک ختم کر لیتے تھے۔[۱]

(۱۸) شمس الدّین محمد بن احمد مصری العرّاقی متوفیٰ ۸۱۶ھ ہر روز چار عمرے ادا کرتے تھے اور ایک قرآن پاک ختم کرتے تھے۔[۲]

(۱۹) شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سیّدی ابوالعباس حریشی رحمہ اللہ میرے پاس تشریف لائے، مغرب کی نماز کے بعد قرآنِ پاک پڑھنا شروع کیا اور عشاء کی نماز تک پانچ مرتبہ قرآنِ پاک ختم کیا، مَیں اُن کی تلاوت سُن رہا تھا۔[۳]

(۲۰) حکیم عبدالسّلام صاحب فرماتے تھے کہ میرے عقیقہ میں سیّد (احمدؒ شہید) صاحب مولوی اسماعیلؒ صاحب اور مولوی عبدالحئیؒ صاحب نے وعظ فرمایا اور یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کے اوقات میں بھی برکت عطا فرماتا ہے اور جو کام کئی روز میں نہیں ہوسکتا، وہ اُس کو چند گھنٹوں میں کر لیتے ہیں، چنانچہ بعض لوگ عصر سے مغرب تک قرآن شریف ختم کر لیتے ہیں؛ اور یہ مضمون اس انداز میں بیان فرمایا کہ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ خود مولانا کو بھی یہ کرامت حاصل ہے اور مولوی اسماعیل صاحب کے متعلّق تو صراحت کے ساتھ فرمایا کہ یہ عصر سے مغرب تک قرآن شریف ختم کر لیتے ہیں۔ اس بناء پر (لوگ) مولوی اسماعیلؒ صاحب کو لپٹ گئے اور کہا کہ حضرت ہم کو بھی اس کرامت کا مشاہدہ کروا دیجیے۔ جب (دریائے) گومتی کے پُل پر لوگ اکٹھے ہوئے اور مولانا نے ہزاروں آدمیوں کے مجمع میں عصر سے مغرب تک قرآن شریف ختم کر دیا۔[۴]

(۲۱) حضرت شیخ الحدیث مولانا محمدّ زکریا صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں۔

والد صاحبؒ (مولانا محمدّ یحییٰ) فرمایا کرتے تھے ... کہ سات سال کی عمر میں قرآنِ پاک ختم کرنے کے بعد چھ مہینے تک ایک قرآن روز دیکھ کر پڑھتا تھا۔[۵]

مولانا احتشام الحسن صاحب کاندھلوی تحریر فرماتے ہیں کہ

حُضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کا معمول تھا کہ ہر رمضان المبارک میں اپنی والدہ صاحبہ اور نانی

---

[۱] شذرات الذہب ج ۶ ص ۳۰۳ [۲] شذرات الذہب ج ۷ ص ۱۲۳ [۳] شذرات الذہب ج ۸ ص ۱۷۵ [۴] حکایاتِ اولیاء ص ۸۷ [۵] اکابر کا رمضان ص ۲۶

صاحب کو قرآن شریف سُنانے کے لیے کاندھلہ تشریف لے آتے اور ہمیشہ تین شب میں پورا قرآن شریف سُنا کر واپس تشریف لے جاتے جس سال ذی قعدہ میں آپ کا وصال ہوا اُس رمضان میں ایک ہی شب میں پورا قرآن سُنایا اور اگلے ہی دن واپس تشریف لے گئے۔[1]

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمدؒ زکریا صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ایک رمضان میں مَیں نے اپنے بعض دوستوں کو ۶۱ قرآن ختم کرنے کے لیے لکھا میرے دوستوں نے کوشش کی، مولوی انعام نے ۶۱ قرآن سُنائے، ایک ۵۶ اور بعض لوگوں نے ساٹھ ساٹھ ختم کیے . . .
میری دادی جان کا روزانہ اپنے وظائف کے ساتھ رمضان المبارک میں چالیس پارے ختم کرنے کا معمول تھا۔ (صحبتے با اولیاء ص ۱۹۶)

قارئین محترم یہ چند واقعات ہم نے تاریخ کے حوالہ سے پیش کیے ہیں جن سے قرآنِ پاک کی کثرت کے ساتھ تلاوت کا پتہ چلتا ہے ان واقعات سے ہٹ کر اس طرف بھی نظر ڈال لی جائے کہ ① دُنیا میں ہر وقت کہیں نہ کہیں نماز ادا کی جا رہی ہے، ہزاروں نہیں لاکھوں لوگ نماز پڑھتے ہیں جس میں قرآنِ پاک پڑھا جاتا ہے۔ ② رمضان المبارک میں ہزاروں حفاظ صبح سے شام تک قرآن یاد کرنے، سُننے سُنانے اور تکرار میں مشغول رہتے ہیں، پھر شام کو تراویح میں سُناتے ہیں۔ ③ ہر روز مساجد و مدارس میں ہزاروں لاکھوں بچّے، بوڑھے، اور جوان قرآنِ پاک کی تعلیم میں مشغول ہوتے ہیں، اُن کی قرأت کا اندازہ ہی نہیں ہوسکتا، ان کے علاوہ بہت سے لوگوں کا معمول روزانہ اپنے طور پر پڑھنے کا ہے۔ یہ تمام حالات و واقعات ببانگِ دہل یہ اعلان کرتے ہیں کہ دُنیا میں قرآنِ پاک علاوہ کوئی کتاب ایسی نہیں جو اس قدر کثرت کے ساتھ پڑھی گئی ہو یا پڑھی جا رہی ہو یا پڑھی جائے گی، اس کے بعد ہم اعجازِ قرآنی کے دوسرے پہلو کو بیان کرتے ہیں کہ اس کا یاد کرنا بھی آسان اور بہت جلد یاد ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ اسے بچّے بوڑھے اور جوان، مرد و زن سب یاد کر لیتے ہیں۔

① ابو المنذر ہشام بن محمدؒ السائب الکلبی متوفیٰ ۲۰۴ھ نے صرف ۳ دن میں پورا قرآنِ پاک حفظ کر لیا تھا۔ خود فرماتے ہیں۔

"میرے چچا ہمیشہ مجھے قرآنِ مجید یاد نہ کرنے پر لعنت ملامت کیا کرتے تھے، ایک دن مجھے بڑی غیرت

---

[1] تاریخ مشائخ کاندھلہ بحوالہ سوانح حضرت شیخ الحدیث مولانا محمدؒ زکریاؒ ص ۴۴

آئی مَیں ایک گھر میں بیٹھ گیا اور قسم کھائی کہ جب تک کلام باری حفظ نہ کر لوں گا اس گھر سے باہر نہ نکلوں گا، چنانچہ مَیں نے پُورے تین دن میں قرآنِ کریم کو حفظ کر کے اپنی قسم پُوری کر لی۔" [1]

(۲) حضرت مولانا سیّد فخر الدّین احمد رحمہ اللہ متوفی ۱۳۹۲ھ جو پہلے مدرسہ شاہی مراد آباد پھر دار العلوم دیوبند کے صدر مدرس بنے، آپ نے پُورا قرآن کریم صرف ۲۵ دن میں حفظ کر لیا تھا، اور وہ آپ کو بالکل صحیح یاد بھی تھا۔ [2]

(۳) حضرت عز الدّین بن جماعۃ الشافعی متوفی ۸۱۹ھ نے ایک ماہ میں پُورا قرآنِ پاک حفظ کر لیا تھا۔ [3]

(۴) مولوی رُوح اللہ لاہوری مکّہ معظّمہ تشریف لے گئے تو صرف ۳۰ دن ماہ رمضان میں پُورا قرآنِ پاک حفظ کر لیا تھا۔ [4]

(۵) بانی دار العلوم دیوبند حضرت مولانا محمّد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے سفر حج میں صرف ایک ماہ میں پُورا قرآنِ کریم حفظ کر لیا تھا۔ قصّہ یہ ہُوا کہ آپ جب حج کے لیے تشریف لے جا رہے تھے تو سمندر میں جہاز پر رمضان شریف کا چاند دیکھا گیا، رفقاء کی خواہش ہُوئی کہ تراویح پڑھی جائے، مگر اتّفاق سے کوئی بھی حافظِ قرآن نہ تھا، خود مولانا بھی حافظ نہ تھے، مگر لوگوں کے اصرار پر ایک پارہ دن میں حفظ فرماتے اور رات کو تراویح میں سُنا دیا کرتے تھے، اس طرح پُورا قرآنِ پاک یاد کر کے سُنا دیا۔ [5]

(۶) مولوی غلام محی الدّین بگوی کے والد نے تراویح سُننے کی اُن سے خواہش کی اُنھوں نے کہا کہ روزانہ ایک پارہ کا دَور سُن لیں تو سُنا سکتا ہُوں، آخر یہی ہُوا کہ روز ایک پارہ کا دَور جو صرف چاشت کے وقت کرتے تھے اور رات کو وہی پارہ سُنا دیتے تھے۔ [6]

(۷) مولانا فضل حق خیر آبادیؒ نے صرف چار ماہ میں قرآنِ پاک حفظ کر لیا تھا۔ [7]

(۸) قاری امان اللہ صاحب افغانستان کے صُوبہ بغلان کے رہنے والے ہیں۔ گزشتہ سال دار العلوم کراچی سے دَورۂ حدیث پڑھ کر فارغ ہُوئے ہیں اُنھوں نے بھی صرف چار ماہ میں پُورا قرآنِ پاک حفظ کر لیا تھا۔

(۹) عبید اللہ بن یعقوب حنفی متوفی ۹۳۶ھ نے چھ ماہ میں قرآنِ پاک حفظ کر لیا تھا۔ [8]

---

[1] وفیات الاعیان ج ۵ ص ۱۳۱

[2] ماہنامہ نداء شاہی مراد آباد کا تاریخ شاہی نمبر ص ۳۳۸ [3] شذرات الذہب ج ۷ ص ۱۳۹ [4] نظام تعلیم وتربیت ج ۲ ص ۴۴ [5] سوانح قاسمی مرتبہ مولانا محمّد یعقوب نانوتویؒ ص — [6] نظام تعلیم وتربیت ج ۲ ص ۴۵ [7] نظام تعلیم وتربیت ج ۲ ص ۴۴ [8] شذرات الذہب ج ۸ ص ۲۱۶

(۱۰) میر محبّ اللہ بلگرامی نے بھی چھ ماہ میں پورا قرآن پاک حفظ کر لیا تھا۔[۱]

(۱۱) انبیٹھی کے ایک بزرگ شیخ احمد فیاض نے بڑھاپے کی حالت میں بستر مرگ پر ایک سال میں قرآنِ پاک یاد کر لیا تھا۔[۲]

(۱۲) ابراہیم بن سعد فرماتے ہیں کہ خلیفہ مامون کے دربار میں چار سال کا ایک بچہّ لایا گیا جس نے قرآنِ مجید پڑھ لیا تھا۔[۳]

(۱۳) قاضی ابوعبداللہ بن محمدّ اصبہانی نے فرمایا کہ مَیں نے پانچ سال کی عمر میں قرآنِ پاک حفظ کر لیا تھا۔[۴]

(۱۴) کاکوری میں جامعہ فاروقیہ کی ایک طالبہ ام عمارۃ نے جس کی عمر صرف آٹھ سال تھی۔ قرآن مجید کو حفظ سُنا دینے کا مظاہرہ کیا اور امتحان میں کامیاب رہی۔[۵]

(۱۵) ہمارے استاذ محترم اور جامعہ مدنیہ لاہور کے شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی عبد الحمید صاحب دامت برکاتہم کی بڑی صاحبزادی (حفظھا اللہ) نے صرف سات برس کی عمر قرآنِ مجید حفظ کر لیا تھا۔

(۱۶) اس وقت بھی جامعہ مدنیہ میں سراج الدین نامی ایک افغانی طالب علم ہے جس کی عمر صرف ۹ سال ہے اور وہ قرآنِ پاک کا حافظ ہے۔

تاریخ کے حوالے سے ذکر کیے گئے یہ چند واقعات جہاں یہ بتلاتے ہیں کہ پوری رُوئے زمین پر سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب اور جس کا یاد کرنا سب سے زیادہ آسان اور جو ہر عمر میں یاد ہو جانے والی کتاب قرآنِ پاک ہے، وہیں یہ واقعات اسلاف کا قرآن سے شغف اور قرآن سے اُن کا انتہائی تعلق بھی ظاہر کرتے ہیں ہمیں بھی چاہیے کہ اسلاف کی طرح ہم بھی قرآنِ پاک سے اپنے تعلّق کو بڑھائیں خود بھی پڑھیں اولاد کو بھی پڑھائیں اور اس کے مطابق زندگی گزاریں۔ علاّمہ اقبال نے سچ کہا ہے۔

؎ گر تو می خواہی مسلمان زیستن　　نیست ممکن جز بقرآن زیستن

۱۔ نظام تعلیم وتربیت ج ۲ ص۲۳ ۲۔ نظام تعلیم وتربیت ج ۲ ص۴۳ ۳۔ مقدمہ ابن صلاح ص۶۲
۴۔ مقدمہ ابن صلاح ص۶۲ ۵۔ قومی آواز لکھنؤ ۵ جون ۱۹۷۱ء

انوارِ مدینہ

نہ پہنچنے یا تاخیر سے پہنچنے کی شکایت محترم حافظ محمدّ یعقوب صابر صاحب مینجر "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے کی جائے۔ خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیا جائے۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دارُالإفتاء

حضرت مولانا عبدالواحد صاحب
مفتی و فاضل جامعہ مدنیہ

بیروزگاری اسکیم کے تحت پیلی ٹیکسی کی خریداری کا شرعی حکم

سوال: ماہنامہ البلاغ شمارہ جنوری ۱۹۹۳ء میں پیلو کیپ (پیلی ٹیکسی) سکیم سے متعلق ایک فتویٰ شائع ہوا ہے کیا آپ اس فتوے سے متفق ہیں؟ فتوے کی نقل ارسال کر رہا ہوں جو درج ذیل ہے۔

جناب محترم! حکومت بیروزگاری اسکیم کے تحت لوگوں کو قرضے پر ٹیکسی فراہم کر رہی ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ حکومت کے منتخب ڈیلر کو ایک درخواست دینی پڑتی ہے اور اس کے ساتھ ٹیکسی کی کل قیمت میں سے ۱۵ فیصد حصہ رقم کا پے آرڈر بنوا کر پرشدہ فارم اور اسٹامپ پیپر جس پر معاہدہ درج ہے، شناختی کارڈ کی فوٹو کاپی کے ساتھ منتخب ڈیلر کے دفتر میں جمع کروانا پڑتا ہے، اس کے بعد جب ڈیلر بینک سے قرضہ کی صورت میں ۸۵ فیصد رقم وصول کرے گا تو ٹیکسی متعلقہ شخص کو ملیگی یاد رہے کہ ہر سال ٹیکسی کے انشورنس کی رقم بھی جمع کروانی پڑتی ہے۔ سرکاری طور پر "قرضہ کی درخواست دینے کا طریقۂ کار" یہ ہے کہ اس اسکیم کے تحت، حبیب بینک، نیشنل بینک اور ٹرسٹ ومین بینک کی منظور شدہ شاخیں ہی قرضہ جاری کرنے کی مجاز ہونگی۔ جن کی فہرست ضمیمہ ۴ گرین بروشر میں دی گئی ہے۔ اگر قرضہ لینے والے کا پتہ درست ہے اور وہ پہلے سے بینک کے نادہندگان میں شامل نہیں ہے تو اس کا قرضہ درخواست وصول کرنے کے ۷ دن کے اندر اندر منظور کر لیا جائے گا۔ گاڑی بذات خود قرضے کے لئے تحفظ کے طور پر بطور ضمانت سمجھی جائے گی، قرضہ کی منظوری کے بعد قرضہ لینے والا فرد، فرم متعلقہ بینک منیجر کیساتھ ایک معاہدے پر دستخط کرے گا۔ جس میں اقساط کی باہمی رضامندی سے ادائیگی کا طریقہ کار طے کیا جائے گا۔ معاہدہ فارم کا نمونہ ضمیمہ نمبر ۵ میں دیا گیا ہے یہ معاہدہ بینک کو یہ اختیار دیتا ہے کہ اگر متعلقہ فرد/ فرم دو اقساط تک ادائیگی نہ کر سکے تو وہ بذریعہ ٹریفک پولیس گاڑی کو واپس اپنی تحویل میں لے سکتا ہے۔ بنک نیشنل انشورنس کارپوریشن یا کسی دوسری منظور شدہ انشورنس کمپنی کے ساتھ انشورنس پالیسی لے کر دینے میں معاونت کا حامل ہوگا۔ اور یہ پالیسی بنک اور فرد/ فرم کے نام مشترکہ

ہوگی بنک گاڑی اسمبل کرنے والی فرم کے نام گاڑی کی سو فیصد قیمت کے مساوی پے آرڈر فراہم کرے گا اور گاڑی کے فراہمی کے وقت گاڑی کے کاغذات بنک اور متعلقہ فرد کے نام مشترکہ طور پر تیار ہوں گے اور قرضہ لینے والا فرد/ فرم مندرجہ ذیل قانونی دستاویزات پر دستخط کرے گا۔

۱۔ اقرار نامہ (UNDERTAKING)

۲۔ درشنی ہنڈی (PROMISORY)

۳۔ قرضہ کی سہولیات کا خط (FACILITY LETTER)

۴۔ معاہدہ برائے مالی معاونت (AGREEMENT FOR FINANCING)

۵۔ تحویل نامہ (LETTER OF HYPOTHECATION)

قرضہ ۱۵ فیصد مارک اپ کی شرح سے ۵ یا ۷ سال میں واجب الادا ہوگا بنک ایک شراکتی حصہ دار کی حیثیت سے اس امر کا خیال رکھے گا کہ گاڑی صرف مجوزہ معاہدے کے تحت ہی چل رہی ہے۔ اور اس کا غلط استعمال نہیں ہو رہا قرضے کی تفصیلات ضمیمہ ۵ الف میں درج ہیں۔ رپورٹ برائے تخمینہ جات میں آمدنی کے جو اعداد و شمار ڈیلر کی طرف سے فراہم کئے جاتے ہیں۔ ان سے اس اسکیم کے تحت انتہائی معقول بافت کا پتہ چلتا ہے۔ اس منصوبے کے تحت ۱۵ : ۸۵ کی شرح سے چار ٹیکسی کاروں کی ادائیگی کا شیڈول دیا گیا ہے۔

گاڑی	قیمت	ماہانہ قسط ۸۵ فیصد
مہران	1,18,000	2,525
خیبر	1,55,000	3,312
ریسر	2,04,000	4,366
ٹیوٹا کرونا	3,442,000	7,309

نوٹ: بنک کا قرضہ سود کے ساتھ قسطوں میں واپس کرنا ہوتا ہے۔ فقط

نثار احمد ۔ ناظم آباد۔ کراچی

الجواب حامداً ومصلیاً

حکومت نے ملک سے بیروزگاری دور کرنے کے لئے جو اسکیم جاری کی ہے اس کے طریقۂ کار کا غور سے مطالعہ کیا گیا، کاغذات میں یہ بات وضاحت کے ساتھ موجود ہے کہ بیروزگاری اسکیم کے تحت مہیا کی جانے والی گاڑی خریدنے کے لئے بنک سے تقریباً 85٪ رقم سود پر قرض لینا پڑتی ہے اور انشورنس کرانا بھی ضروری ہوتا ہے اور سود پر قرض لینا شرعاً حرام ہے نیز مروجہ انشورنس کمپنی کا کاروبار سود، جوا اور دیگر ناجائز شرطوں پر مشتمل ہے لہٰذا سودی لین دین کی وجہ سے جاری کردہ بیروزگاری کی اس اسکیم کے تحت مہیا کی جانے والی گاڑی خریدنا شرعاً جائز نہیں ہے۔

بالعموم اس طرح کی سرکاری اسکیمیں بنانے والے افراد شرعی احکام سے نابلد ہوتے ہیں اور اپنی بے تدبیری کی وجہ سے پوری قوم کو حرام میں مبتلا کردیتے ہیں۔

حالانکہ اس بیروزگاری اسکیم کی متبادل جائز شرعی صورت بآسانی یہ ہوسکتی ہے کہ بنک سودی قرضہ جاری کرنے کے بجائے گاڑی خود خرید لے اور اپنے قبضے میں لانے کے بعد مدت طے کرکے مناسب منافع لگاکر (مرابحۃ) گاھک کو قسطوں پر فروخت کردے اور یہ بھی طے کرلیا جائے کہ کتنے عرصے میں قسطیں ادا کرنی ہیں اور ہر قسط کی کتنی رقم ہوگی لیکن واضح رہے کہ قسط ادا کرنے میں تاخیر کی وجہ سے مالی جرمانہ عائد کرنا جائز نہیں ہے۔ تاہم خریدار کو بروقت ادائیگی کا پابند بنانے کے لئے دیگر شرعی طریقے ممکن ہیں ان طریقوں پر عمل کرنے سے یہ اسکیم شریعت کے مطابق ہوجائے گی۔

جہاں تک انشورنس کرانے کی بات ہے اس کی یہ صورت ہوسکتی ہے اگر سرکاری قانون کی رو سے انشورنس کرانا لازم ہی ہو تو گناہ سمجھتے ہوئے اور استغفار کرتے ہوئے انشورنس کرالیا جائے لیکن عندالضرورت صرف اپنے جمع کرائے ہوئے پریمیم کی حد تک رقم وصول کی جائے اس سے زیادہ رقم ہرگز وصول نہ کی جائے کیونکہ ملک میں انشورنس کا رائج الوقت نظام جب تک شرعی طریقۂ کار کے مطابق درست نہیں ہوجاتا اس وقت تک اپنے پریمیم سے زیادہ رقم انشورنس کرانے والے کے لئے جائز نہیں۔ واللہ سبحانہ اعلم

کتبہ مسیح اللہ عفی عنہ
دارالافتاء دارالعلوم کراچی ۳۰
۴-۷-۱۴۱۳ھ

الجواب صحیح
[illegible]

الجواب صحیح
[illegible]
دارالافتاء دارالعلوم کراچی ۱۴
۴-۷-۱۴۱۳ھ
نائب مفتی دارالعلوم کراچی ۱۴

الجواب صحیح
محمد عبدالمنان عفی عنہ
دارالافتاء دارالعلوم کراچی ۱۴
۴-۷-۱۴۱۳ھ
نائب مفتی دارالعلوم کراچی ۱۴

الجواب صحیح
[illegible]
۴/۷/۱۴۱۳ھ

الجواب صحیح
اصغر علی ربانی
دارالافتاء دارالعلوم
کراچی ۱۴

دارالافتاء
دارالعلوم کراچی
۱۴۱۳ھ

عبدالرؤف ... عفی عنہ
۲۷ رجب المرجب ۱۴۱۳ھ

ہمیں اس فتویٰ سے پورا اتفاق ہے ہم اپنے ہاں بھی آنے والے استفتاءات کا ذاتی تحقیق کے بعد یہی جواب دیتے رہے ہیں۔

مرکزی دارالافتاء
جامعہ مدنیہ
رجسٹرڈ
کریم پارک راوی روڈ لاہور

تحریر: منشی محمد یونس، سپروائزر عبد المجید میموریل فری ہسپتال کریم پارک راوی روڈ، لاہور۔

عبد المجید میموریل فری ہسپتال

جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور

کہتے ہیں تندرستی ہزار نعمت ہے، لیکن کیا انسان ہمیشہ تندرست ہی رہتا ہے؟ ایسا نہیں بلکہ صحت اور بیماری انسان کے ساتھ ساتھ چلتے ہیں، دینِ اسلام میں جیسے صحت کی حفاظت کرنا ضروری ہے ویسے ہی اگر کوئی بیمار ہو جائے تو اس کے لیے علاج کروانا بھی سُنّت ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

"اللہ ہی نے بیماری نازل کی ہے اور اللہ ہی نے اس کی دوا بھی نازل فرمائی ہے، اور ہر بیماری کے لیے دوا پیدا فرمائی ہے، لہٰذا تم (پاکیزہ چیزوں سے) علاج معالجہ کرو، حرام سے نہ کرو"[1]

حضرت اقدس مولانا سید حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے روحانی علاج کے لیے جامعہ مدنیہ قائم فرمایا (جس سے ہزاروں تشنہ کام سیراب ہوئے اور سینکڑوں علماء روحانی معالج بن کر نکلے) تو آپ کے دل میں جسمانی علاج کے لیے ہسپتال قائم کرنے کی خواہش بھی پیدا ہوئی اور آپ اس فکر میں رہے کہ کسی طرح مدرسہ کے ساتھ ہی ایسا ہسپتال قائم ہو جائے جس سے غریب اور نادار لوگ زیادہ سے زیادہ استفادہ کر سکیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس خواہش کو پورا فرمایا اور اس کو عملی جامہ پہنانے کے اسباب پیدا فرما دیے، چنانچہ ۱۹۷۵ء میں اقبال برادران کے تعاون سے "عبد المجید میموریل فری ہسپتال" کے نام سے جامعہ کی زیرِ نگرانی اس کام کا آغاز ہوا۔

ابتدائی مرحلہ میں صرف ایک ایم بی بی ایس ڈاکٹر اور دو ڈسپنسرز کام کرتے رہے اور ڈاکٹر صاحب کے لیے جامعہ کی طرف سے رہائش کا انتظام کیا گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے ہسپتال کا کام وسیع تر ہونے لگا اور مریض کثرت سے آنے لگے، صرف ۱۹۹۲ء میں اس ہسپتال سے ۳۳۱۳۶ مریضوں نے استفادہ کیا۔ اس ماہ کے اعداد و شمار کے مطابق اب تک ہسپتال سے چار لاکھ مریض استفادہ کر چکے ہیں۔ مریضوں کی کثرت کی و

---

[1] مشکوٰۃ ص ۳۸۸

سے ایک ڈاکٹر اور دو ڈسپنسرز ناکافی ہوگئے۔ چونکہ مریضوں میں عورتوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے اس لیے ایک لیڈی ڈاکٹر اور تین مزید ڈسپنسرز کی خدمات حاصل کی گئیں۔ مریضوں میں چونکہ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جن کے مختلف ٹیسٹوں کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ ناداری کی وجہ سے کروا نہیں سکتے، لہٰذا اُن کے لیے فری ٹیسٹ کا انتظام بھی کیا گیا ہے۔

قیمتی ادویات کی فری فراہمی اور ٹیسٹوں کی فری سہولت کی وجہ سے مریضوں کی آمد تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ اس وجہ سے ہسپتال کی موجودہ عمارت ناکافی ہوگئی ہے اور اقبال برادران جو کہ اس کے اخراجات تنہا برداشت کر رہے ہیں وہ فنڈ کی فراہمی کے سلسلہ میں متفکر ہیں کیونکہ ۱۹۹۲ء کے حساب کے مطابق ہسپتال کے سالانہ اخراجات ایک لاکھ چھتر ہزار تین سو چھیالیس روپے تک پہنچ چکے ہیں (جامعہ کے اخراجات اس کے علاوہ ہیں۔) ان حالات میں اہلِ خیر حضرات کی اس طرف توجہ انتہائی ضروری ہے۔

سرِدست ہسپتال کی ضروریات حسبِ ذیل ہیں

- ہسپتال کے لیے ایک نئی اضافی عمارت۔
- ہسپتال کے لیے ایکسرے اور الٹرا ساؤنڈ مشینیں۔
- متعدد بیڈ اور ایک ایمبولینس۔
- رفاہی کاموں سے دلچسپی رکھنے والے اہلِ دل مخیر حضرات سے اپیل کی جاتی ہے کہ وہ خود بھی اس نیک کام میں زیادہ سے زیادہ حصہ لیں اور اپنے دوست و احباب کو بھی اس کارِ خیر میں حصہ لینے کی ترغیب دیں۔

بقیہ: فضائل نماز

سے لے کر سورج نکلنے تک ۲۔ عصر کے بعد سے لے کر سورج غروب ہونے تک۔ ۳۔ نصف النہار کے وقت۔

ایک اہم دُرود شریف

۲۵۔ حضرت ابوہریرہؓ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا یہ ارشاد روایت کیا گیا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن عصر کی نماز کے بعد اپنی جگہ سے اُٹھنے سے پہلے اسّی ۸۰ مرتبہ یہ دُرود شریف پڑھے۔ أَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَعَلٰى آلِهٖ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا۔

اس کے اسی سال کے گناہ معاف ہوں گے اور اسی سال کا ثواب اس کے لیے لکھا جائے گا۔

(فضائل درود شریف: مرتبہ، مولانا محمد زکریا صاحبؒ)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے طریقہ کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ وما علینا الا البلاغ المبین۔